RAJ INTERNATIONAL Educational Institute (Regd) Trust

رب زدنی علماً | یا علیم علمنی

کامیابی کیسے ملے گی؟

سیف اللہ ضیاء

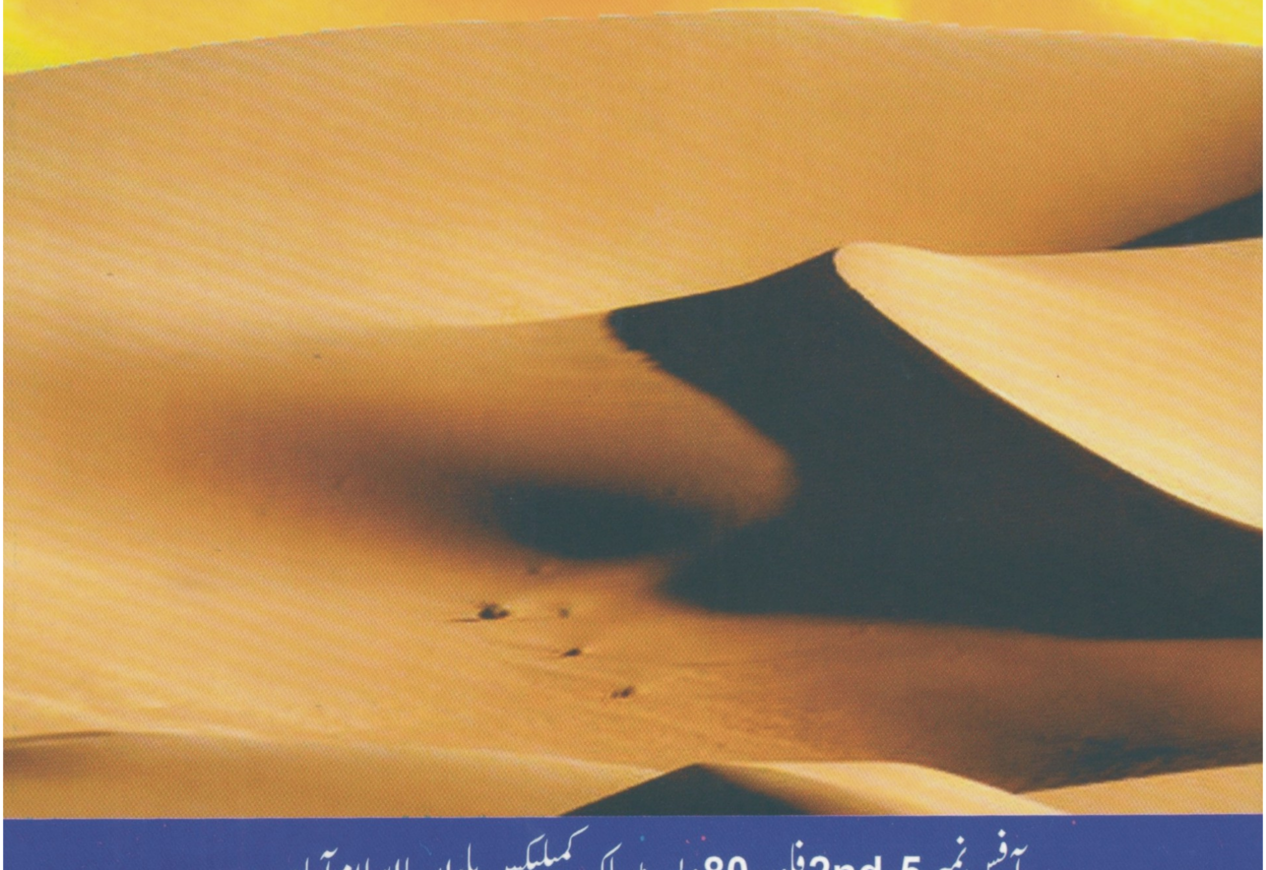

آفس نمبر 5، 2nd فلور، 80 ویسٹ ملک کمپلیکس بلو ایریا اسلام آباد۔
E-mail: saifullahzia1@gmail.com

قرآنی دعائیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۔

رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ
حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔

رَبَّنَاۤ اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا
وَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ۚ رَبَّنَا
وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَاۤ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ
مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا
بِہٖ ۚ وَاعۡفُ عَنَّا ٝ وَاغۡفِرۡ لَنَا ٝ وَارۡحَمۡنَا ٝ
اَنۡتَ مَوۡلٰنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ۔

رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ ہَدَیۡتَنَا وَہَبۡ
لَنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَہَّابُ ۔

رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔

درودِ ابراهیم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى
اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى
اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

کامیابی کیسے ملے گی؟

سیف اللہ ضیاء

اہتمام:
راج انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ دفتر نمبر 5، دوسری منزل،
ملک کمپلکس بلیوایریا، اسلام آباد

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام	:	کامیابی کیسے ملے گی؟
مصنف	:	سیف اللہ ضیاء
اہتمام	:	علم وعرفان پبلشرز، لاہور
مطبع	:	آر۔آر پرنٹرز، لاہور
اشاعت	:	مارچ 2021ء
تعداد	:	ایک ہزار
قیمت	:	-/500روپے

بہترین کتاب چھپوانے کے لیے رابطہ کریں:03008453030

ملنے کا پتہ:

راج انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ دفتر نمبر 5، دوسری منزل، ملک کمپلکس بلیو ایریا، اسلام آباد

E-mail: saifullahzia1@gmail.com

◇...... یہ کتاب اُن بچوں، بچیوں، چھوٹے اور بڑوں کے لئے ہے جو کم تعلیم یافتہ ہیں اور کم وسائل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کامیاب دیکھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

◇...... ان سب کے لئے جو میرے بچوں اور بچیوں کے ٹیچرز، دوست اور ولنٹیئرز جنہوں نے میری باتوں کو سُنا اور پڑھا اور خاص کر اپنی بیگم بشیراں صاحبہ کے لئے جنہوں نے میری والدہ کے بعد ہر حال میں میرا ساتھ دیا اور حوصلہ افزائی کی۔

◇...... اس کتاب میں لکھی گئی باتیں وہ ہیں جو میں عام زندگی میں سکول اور ووکیشنل ٹریننگ سنٹر کی بچیوں سے کرتا ہوں۔ان کی ذہنی صلاحیت اور ان کے وسائل کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ان کو حوصلہ دیتا ہوں۔

◇...... ان بچے اور بچیوں کے لئے جو کہ پسماندہ علاقوں میں رہائش پذیر ہیں اور ان کے پاس حوصلہ افزائی کے خاطر خواہ ذرائع اور وسائل نہیں ان سے ہلکے پھلکے انداز میں کی گئی گفتگو۔

اس دُنیا میں جتنے بچے پیدا ہوتے ہیں اُن کی مائیں اُن کے لئے دُعائیں مانگتی ہیں۔اپنے اپنے لحاظ سے سب کامیاب ہوجاتے ہیں۔لیکن اُس مشورے پرعمل کوئی کوئی کرتا ہےاور جوکرتا ہے وہ کامیاب ہوجاتا ہے۔ لٰہذا کامیاب مرنے کے لئے انتھک کوشش کرنی چاہیئے۔

اس دُنیامیں جتنے بھی انسان ہیں اگرآپ اُن سے کوئی مشورہ مانگیں تو ہر بندے کے پاس ہزاروں مشورے ہوں گےلیکن کسی ایک مشورہ پرکوئی کوئی عمل کرتا ہےاور جوکرتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے۔

فہرست

❖...... میری کہانی 13

❖...... سیف اللہ ضیاء---- کامیابی کا سفیر 21

❖...... قاسم علی شاہ---- کامیابی کا نسخہ 28

❖...... اللہ کا دوست 30

❖...... زندگی کے اصول مرتب کرنے والی کتاب 34

❖...... حاجی محمد ریاض----- پیکرِ عزم 35

❖...... غُصہ سے بچنے کے طریقے 36

i۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی برکت 36

ii۔ غُصہ آنے کی وجہ 36

iii۔ بدلہ لینے کے طریقے 37

❖...... ڈانٹ درحقیقت بڑوں کا پیار اور فکر ہوتی ہے 39

i۔ والدین کی ڈانٹ 39

ii۔ انسان کو نیچا دکھانے والے الفاظ 39

iii۔ ماں باپ کی ڈانٹ کا جواب 40

iv۔ لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھریں 40

v۔ اپنوں کی ڈانٹ میں بھی پیار 41

✥...... گھر والوں کا پیار حاصل کرنے کے لئے قربانی دینا..... 42

i۔ بہن بھائیوں میں حسد کا عنصر 42

ii۔ والدین کی محبت 42

iii۔ بہن بھائیوں کی بلاوجہ لڑائیاں 43

iv۔ بہتر انسان بننے کے لئے چند نصیحتیں 43

✥...... کاموں میں رُکاوٹ بننے والے مسائل اور اُن کا حل ... 45

i۔ وسائل کی کمی 46

ii۔ پیسوں کی وجہ سے رُکاوٹ 46

iii۔ اپنی صلاحیتیں دبانا 46

iv۔ غریب کی تعریف 46

v۔ سوچ کا غریب ہونا 47

vi۔ غُربت کو رُکاوٹ نہ بنائیں 47

vii۔ غُربت کا خاتمہ کس طرح ممکن ہے 48

viii۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی قدر 48

ix۔ اللہ کا شکرادا کرنے کے فوائد 49
x۔ گھر کی خواتین سے مشورے 49
xi۔ گھر سے باہر عزت کروانے کا طریقہ 50
xii۔ انسان کے دِل و دماغ میں آنے والے مختلف خیالات .. 51
❖...... ہم کام کیوں نہیں کرتے یا ہمیں کام کیوں نہیں ملتا....... 52
i۔ ایک غریب بچے سے کامیاب آدمی بننے کی روداد.......... 52
ii۔ کام کرنے کی لگن اور چاہ 54
iii۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر اور محنت کی ضرورت 54
iv۔ غریب خاندان 55
❖...... کاروبار کے معاملے میں رہنمائی اور حوصلہ افزائی 56
i۔ ساتھ بیٹیوں کی مشکلات سے لڑنے کی کہانی.............. 56
ii۔ کوئی بھی کام چھوٹا یا بڑا نہیں ہوتا 57
❖...... انسان کے حالات اور خیالات 58
i۔ چھوٹی اور بڑی خواہشات........................ 58
ii۔ خوف کی حقیقت........................ 58
iii۔ انسانوں میں پائے جانے والے خوف........................ 59
iv۔ مرنے کا خوف 59

v۔ برادری اور ذات کا خوف 59

vi۔ کاروبار کا خوف 59

vii۔ دیگر خوف جو زندگی کا حصہ ہیں 59

viii۔ خوف ختم کرنے کا طریقہ 60

ix۔ خیالات کا معاشرے میں دخل 60

x۔ لڑکیوں کے خیالات اور مسائل 61

xi۔ خیالات سے چھٹکارہ اور مسائل کا حل 61

xii۔ انفرادیت کی اہمیت 61

xiii۔ اپنی بات پر پہلے خود عمل کرنا 62

❖...... خود کو ثابت کرنا اور اپنے اندر اعتماد پیدا کرنا 63

i۔ لوگوں کو متاثر کرنا 63

ii۔ مستقل مزاجی سے اپنے مؤقف پر ڈٹے رہنا 63

iii۔ ہمت کبھی نہ ہاریں 63

iv۔ کچھ نصیحتیں جو کردار کو مضبوط بناتی ہیں 64

❖...... محنت کا صِلہ ضرور ملتا ہے 65

i۔ پریشانی کیا ہے؟ 65

ii۔ محنت کا پھل پانے کی ایک مثال 65

iii۔ محنت کرنے کی حوصلہ افزائی 66

❖...... نمبروں کی گیم اور علم کی فضیلت 67

i۔ ایک دوسرے سے نمبر لے جانے کا طریقہ 67

ii۔ علم پھیلانے سے بڑھتا ہے 67

iii۔ تعلیم کی اہمیت دین کے اعتبار سے 68

iv۔ مالِ غنیمت 67

v۔ نیکی کے کام میں اللہ کی رضا 69

vi۔ تعلیم وقت کی ضرورت ہے 69

❖...... دُنیا اور آخرت کی کامیابی 70

i۔ دُنیا اور آخرت کو ساتھ لے کر چلنے کی ضرورت 70

ii۔ بڑے سے بڑے لوگ بھی ہماری طرح انسان ہیں 70

iii۔ عورت کی زندگی شادی کے بعد 71

iv۔ نفس پر کنٹرول 71

❖...... زندگی کے ابتدائی 40 سال 73

i۔ ہر انسان کی زندگی کی کہانی 73

ii۔ معاشرے میں آپ کا مقام 74

iii۔ دُعائیں قبول ہونے کی خواہش 74

❖ ...... تمام انسانوں کے مشترک خیالات 76

i- سب کے مشترک خیالات 76

ii- کام کرنا کس طرح ہے؟ 76

iii- جوانی اور بڑھاپے کی محنت میں فرق 77

iv- کام کرنے سے کوئی نہیں مرتا 77

v- مقصد، گول، ٹارگٹ، منزل 77

vi- انسان بے مول ہے 78

vii- وقت اور محنت کا خیال رکھیں 78

viii- زیادہ تر لوگ خوش کیوں نہیں رہتے 78

ix- مرنے سے پہلے کچھ نیکی کا کام کرنے کی خواہش 79

x- انسان چاہتا ہے آمین کہنے سے پہلے دُعا قبول ہو جائے ... 79

xi- زندگی بچپن سے لے کر مرنے تک قربانی ہے 79

xii- ہر حاصل قربانی مانگتا ہے 80

xiii- عورتوں کی قربانیاں 80

xiv- ضرورتِ وقت کی قربانی 80

xv- قربانیوں کے بدلے حاصل ہونے والے انعامات 81

xvi- کامیاب مرنا کیا ہے؟ 82

xvii۔ اسلام کی رو سے قربانی کا بیان 82
کسی کی مدد کرنے کی مثال 83
i۔ ہر انسان کی زندگی میں موجود مسائل 83
ii۔ سب لوگوں کی زندگی کے بارے میں پلاننگ 83
iii۔ کیسے ہم اپنے آپ کے ساتھ مخلص نہیں ہیں؟ 84
iv۔ انسانوں کے جینے کا مقصد 84
v۔ ہر کام اللہ کے لئے کریں 85
vi۔ اللہ کا ڈر اور خوف 86
vii۔ سب کی مشترکہ خواہش 86
عورت کا کردار 87
i۔ مرد کو کمزور یا بہادر بنانے والی بیویوں کی ایک مثال 87
ii۔ عورت کبھی ہمت نہیں ہارتی 87
iii۔ صرف ایک مثال دیتا ہوں 88
iv۔ ماں کا رتبہ 88
v۔ بابا فرید گنج شکر کا واقعہ 88
vi۔ تمام لوگوں سے درخواست 89
کائنات کا نظام 90

i۔ سورج کا نظام 90

ii۔ چاند کا نظام 90

iii۔ سمندروں اور پانیوں کا نظام 90

iv۔ کائنات کی تخلیق 91

v۔ انسانوں اور حیوانوں کے نومولود بچوں کے راز 92

vi شہد کی مکھیوں کا حیرت انگیز نظام 93

vii۔ حشرات کا نظام 93

viii۔ نباتات کا نظام 93

ix۔ اللہ تعالیٰ کے نظامِ قدرت کے راز 94

❖...... ہمارے جسم کے مختلف حصوں کے نظام 95

i۔ پنکریاز 95

ii۔ گردے 95

iii۔ معدہ 95

iv۔ دماغ 95

v۔ انسان میں موجود سیلز 96

vi۔ اللہ تعالیٰ کی موجودگی کے ثبوت 96

میری کہانی

میری کہانی بھی لاکھوں پاکستانیوں کی کہانی سے ملتی جلتی ہے۔میں نے آج سے ساٹھ سال قبل پنڈی بھٹیاں (ضلع حافظ آباد) موٹروے سے مشرق کی جانب ۳۵ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک پسماندہ گاؤں ''ساکھی'' میں آنکھ کھولی' جس کی آبادی تقریباً پانچ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔والدین نے باہمی رضامندی سے میرا نام سیف اللہ رکھا۔یہاں کے لوگوں کا زیادہ تر پیشہ کاشتکاری اور مزدوری ہے۔میرے والد احمد خان بھی گاؤں کے دیگر لوگوں کی طرح محنت مزدوری کرتے۔ والدہ راج بی بی گاؤں کی عورتوں کی طرح سادہ مزاج خاتون تھیں۔اڑھائی مرلے کے کچے اور تاریک گھر میں رہنے والے لوگوں کے میرے حوالے سے دیکھے ہوئے خواب ایک دوسرے کے خوابوں سے بہت مختلف تھے۔والدین میری پیدائش کے دن ہی سے میرے بارے میں خواب بُننے لگے تھے۔والد مجھے اپنے ساتھ کھیتوں میں کام کرتا ہوا دیکھ کر راحت محسوس کرتے جبکہ والدہ میرے لیے کسی افسر کی حیثیت سے آسائشوں بھری زندگی کے خواب دیکھنے لگیں۔مجھ سے پہلے ایک بہن تھی۔ چونکہ دیہات میں لڑکیوں کو تعلیم دلوانے کا رواج نہ تھا (جواب ہے) لہٰذا اس کی تعلیم کے بارے میں بھی نہیں سوچا گیا۔ جب میں اسکول جانے کی عمر کو پہنچا تو والدہ کے بے حد اصرار پر مجھے گاؤں کے پرائمری اسکول میں داخل کروادیا گیا جہاں میں نے پانچویں تک تعلیم حاصل کی۔ پرائمری کے بعد مجھے میری خالہ کے گاؤں ''جید کے'' بھیج دیا گیا۔ ''جید کے'' سے چھ کلومیٹر دور ''ساگر کلاں'' میں ایک مڈل سکول میں مجھے داخل کروادیا گیا۔روزانہ ۱۲ کلومیٹر کا فاصلہ پیدل طے کرتے ہوئے آخر کار میں نے مڈل پاس کرلیا۔ایک یونیفارم کو جو گرمی سردی کے موسم میں پہننے کے

لیے تھی' میں روزانہ دھو کر پہنتا جبکہ اسکول کی فیس جو ایک روپیہ تھی بہت مشکل سے معاف کروائی۔ دن کو بارہ کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے تعلیم حاصل کرتا' شام کو مویشیوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری نبھاتا اور رات کو دیئے کی روشنی میں جماعت میں ملا ہوا کام بھی کرتا۔ بڑی جدوجہد کے بعد میں نے گورنمنٹ ہائی اسکول نمبر ایک حافظ آباد میں داخلہ لے لیا۔ اب روزانہ آنے جانے کا سفر بیس کلومیٹر ہو گیا تھا' تاہم میں نے ہمت نہیں ہاری کیونکہ میرے دل میں علم حاصل کرنے کا جنون مجھے ہار ماننے پر آمادہ نہیں کرسکتا تھا۔ میٹرک میں داخلے کے وقت میری غربت اور کسمپرسی کو دیکھتے ہوئے میرے اساتذہ نے آرٹس مضامین پڑھنے کا مشورہ دیا۔ ان کا خیال تھا کہ دیہات کے اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کی تعلیمی استعداد بہت کم ہوتی ہے اور وہ ٹیوشن کے اخراجات کے متحمل نہ ہونے کی وجہ سے سائنس کے مضامین نہیں پڑھ سکتے' لیکن میں نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے سائنس مضامین رکھ لیے۔ اس دوران میری والدہ نے گاؤں میں لوگوں کے مختلف کام کاج کر کے اور ساری ساری رات چرخہ کات کر کچھ رقم جمع کر کے مجھے ایک سائیکل خرید کر دی جس کی وجہ سے میرے لیے اسکول جانا اور آنا آسان ہو گیا۔ میٹرک کے دو سال میں نے بہت مشکل سے گزارے۔ روزانہ بیس کلومیٹر سائیکل چلاتا' پھر گھر کے کام کاج۔ ننھیال والے مختلف اجناس کاشت کرتے تھے۔ مجھے اکثر رات کو فصلوں پر پہرہ دینا پڑتا۔ میں کتابیں اور دیا فصلوں پر لے جاتا اور ساری ساری رات فصلوں پر پہرہ بھی دیتا اور پڑھتا بھی۔ اسی دوران میری ماں کو میری شادی کی فکر لاحق ہو گئی اور انہوں نے خالہ کی بیٹی سے میری شادی کر دی۔ ان تمام حالات میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے میں نے میٹرک کے امتحانات دے دیئے۔ ۱۹۷۲ء میں میرا میٹرک کا رزلٹ نکلا اسی روز اللہ نے مجھے ایک بیٹی سے نوازا۔ بیٹی کی پیدائش کے بعد لوگوں کا خیال تھا کہ گھریلو ذمہ داریوں کی وجہ سے میں اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکوں گا' لیکن میرے اندر علم کی جو جستجو' جو لگن پنپ چکی تھی اسے ختم کرنا اب میرے بس میں نہیں تھا۔ میں نے ایف ایس سی (انجینئرنگ) میں داخلہ لے لیا۔ ایف ایس سی میں

مجھے ٹیوشن کی اشد ضرورت تھی لیکن میرے لیے ٹیوشن کے اخراجات تو ایک طرف لالٹین اور اس میں ڈالنے والا تیل بھی خریدنا مشکل تھا۔ بڑی مشکل سے ایک لالٹین خریدی۔ میں رات بھر امتحان کی تیاری کرتا اور میری بیوی مجھے ہاتھ کے پنکھے سے ہوا دیتی رہتی۔ مجھ پر اللہ کا سب سے بڑا کرم یہ ہوا کہ اللہ نے مجھے ایک سمجھدار اور تعاون کرنے والی بیوی عطا کی۔ وہ مجھے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے حوالے سے حوصلہ دیتی رہتی تھی۔ آخر میں نے ایف ایس سی کا امتحان بھی اوّل درجے سے پاس کرلیا۔ دوبارہ ملازمت کی تلاش شروع کی تو لوگوں کے روّیے دیکھ دیکھ کر دل زخمی ہو جاتا۔ ہمارے علاقے میں مزارعوں کے بیٹوں کا تعلیم حاصل کرنا اتنا قابل فخر نہیں سمجھا جاتا تھا۔ گاؤں کے وڈیرے اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ میرے ماموں محمد بشیر نے اس وقت میرا بھرپور ساتھ دیا۔ وہ مجھے علاقے کی بڑی شخصیات کے پاس لے جاتے اور ملازمت دلوانے کے لیے ان کی منت سماجت کرتے مگر وہ میرے ماموں کا مذاق اڑاتے کہ ایک مزارعے نے اپنے لڑکے کو تعلیم تو دلوا لی ہے مگر اب نوکری کے لیے جگہ جگہ بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ لوگوں کی انہی باتوں نے میرے اندر مزید پڑھنے اور پھر ایک مقام حاصل کرنے کی لگن پیدا کردی اور میں نے عہد کرلیا کہ ایک روز ان نام نہاد وڈیروں اور چوہدریوں سے کہیں زیادہ بااختیار اور صاحب حیثیت انسان بنوں گا۔

ابھی ملازمت کی تلاش میں سرگرداں تھا کہ ایک دوست نے مشورہ دیا کہ میں انجینئرنگ کالج رسول منڈی بہاؤالدین میں تین سالہ ڈپلومہ ایسوسی ایٹ انجینئرنگ کر لوں، لیکن یہاں پھر وہی مالی وسائل کی عدم دستیابی مسئلہ بن رہی تھی۔ ایسے کڑے وقت میں میرے ماموں محمد بشیر نے اپنی بیٹیوں کے جہیز کے لیے رکھی ہوئی رقم میری تعلیم پر خرچ کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے نہ صرف میرا داخلہ کروایا بلکہ ہاسٹل اخراجات بھی ادا کر دیئے۔ میرے پاس صرف دو جوڑے تھے ایک میں رات کو پہن کر سوتا اور دوسرا بغیر استری کے کالج پہن کر چلا جاتا۔ گو کہ میرے حالات سخت دگرگوں تھے۔ میں احساس کمتری میں مبتلا ہو کر اپنا مستقبل برباد کرسکتا تھا لیکن میں نے اپنے آپ کو کبھی احساس

کمتری میں مبتلا نہیں ہونے دیا۔ میں غریب تھا مگر میرا شمار کالج کے لائق ترین طالبعلموں میں ہوتا۔ میں اپنی جماعت کا نمائندہ تھا اس کے علاوہ اپنے کالج کے جریدے ''شاہراہ'' کا مدیر بھی رہا۔ کالج کی این سی سی ٹیم کا ناظم مقرر رہا۔ ڈپلومے کے ساتھ ساتھ میں بی اے بھی کرنا چاہتا تھا چنانچہ انجینئرنگ کے آخری سال میں بی اے کے امتحانات کے لئے داخلہ بھیج دیا۔ اتفاق سے انجینئرنگ کالج میں ڈپلومے کے حتمی امتحان اور بی اے کے امتحانات کے انعقاد کی تاریخیں اکٹھی آ گئیں۔ بی اے کے امتحانات صبح کے وقت جبکہ ڈپلومے کے بعداز دوپہر تھے۔ بی اے کے امتحانات کا سینٹر انجینئرنگ کالج منڈی بہاؤالدین سے 90 کلومیٹر کے فاصلے پر زمیندار ڈگری کالج گجرات بنا۔ میں روزانہ پانچ بجے والی بس پر گجرات جاتا اور وہاں امتحان دے کر دوپہر اپنے کالج میں امتحان دینے پہنچ جاتا۔ سپرنٹنڈنٹ امتحانات کو اصل صورتحال سے مطلع کیا تو انہوں نے مجھے آدھے گھنٹے کی تاخیر سے پہنچنے کی چھوٹ دے دی لیکن اس طرح امتحان دینے کا میرا مجموعی وقت کم ہو جاتا تھا۔ اس تگ ودو کا نتیجہ یہ نکلا کہ امتحانات کے اختتام پر میں سخت بیمار ہو گیا۔ بہرکیف انتہائی سخت حالات میں دونوں امتحان دیئے اور اللہ کے کرم سے دونوں میں اول درجے کے ساتھ کامیاب رہا۔

اگلا پڑاؤ تلاش روزگار تھا جس کی تلاش میں 1979ء میں اسلام آباد چلا آیا۔ سارا سارا دن پیدل اسلام آباد کی سڑکوں پر پھرتا رہا' بالآخر 275 روپے ماہوار پر ایک تعمیراتی کمپنی میں ملازمت مل گئی۔ اپنے تعلیمی سفر کے دوران مجھے جن مسائل کا سامنا کرنا پڑا وہ معمولی نہ تھے۔ کوئی کم ہمت انسان ہوتا تو سب چھوڑ چھاڑ کر اپنے والد کے ساتھ کاشتکاری میں جُت جاتا لیکن چونکہ میرے اندر اپنے اس ماحول سے فرار کی ایک لگن تھی۔ میں پڑھ لکھ کر اپنی اور اپنے گاؤں کی حالت سدھارنا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ میری زندگی دوسروں کے لیے مشعل راہ ہو۔ وہ تکلیفیں جو مجھے درپیش ہیں وہ علم کی چاہت اور جنون رکھنے والے دوسرے طالبعلموں کا مقدر نہ ٹھہریں۔ اپنے اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے' ملازمت ملنے کے تین ماہ بعد گاؤں واپس آیا' اپنے گاؤں کے

نوجوانوں کو اکٹھا کیا' انہیں ترغیب دی کہ ہمیں گاؤں کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی تنظیم بنانی چاہیے جس کے پلیٹ فارم سے ہم سب مل جُل کر گاؤں کے لیے پانی' بجلی ڈسپنسری 'اسکول اور گلیوں کی پختہ تعمیر جیسے دیرینہ مسائل حل کرانے کی کوشش کریں۔ ہم نے اس مقصد کے لیے ایک فنڈ قائم کیا جس میں پانچ روپے کا پہلا چندہ میں نے دیا۔ یوں رائے عمر دراز، محمد یعقوب بھٹی، محمد اسلم مہاجر، اصغر علی سندھو، رائے ظفر اللہ اور میں نے ویلفیئر سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ میں نے انجینئرنگ کا ڈپلومہ امتیازی نمبروں سے حاصل کرلیا۔ سابقہ ملازمت چھوڑکر پارلیمنٹ کے ساتھ تعمیراتی ادارہ ایوان صدر کی تعمیر کررہا تھا ان کے پاس 875 روپے ماہوار پر ملازمت کرلی۔ مجھے دوسری کمپنی کی طرف سے ڈنڈوت سیمنٹ فیکٹری کی تعمیر کے کام کی ذمہ داری سونپی گئی۔ پہاڑیوں میں واقع اس منصوبے پر تین کلومیٹر کی بلندی پر دشوار اور ناہموار پہاڑی راستوں کی وجہ سے اس تعمیر پر کام کرتے ہوئے بہت سے کمپنی انجینئرز ناکام ہوچکے تھے لیکن میں نے یہی ذمہ داری بہ احسن نبھائی جس کی وجہ سے تعمیراتی شعبے میں میرے کام کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔

اسی دوران مجھے سعودی عرب کے ایک تعمیراتی ادارے میں کام کرنے کی پیشکش ہوئی اور میں وہاں چلا گیا۔ 1971ء میں ویلفیئر سوسائٹی کے تعاون سے گاؤں کے لیے بجلی منظور ہوگئی لیکن گاؤں والوں نے یہ کہہ کر بجلی لگوانے سے انکار کردیا کہ اس سے ان کی عورتوں اور بچوں کو خطرہ ہے۔ 1985ء میں ہم نے ایک پختہ جنازگاہ بنوائی۔ لڑکوں کے اسکول کے لیے ایک پختہ عمارت تعمیر کروائی اور اسے مڈل تک منظور کروایا۔ لڑکیوں کے لیے پرائمری اسکول منظور کرایا جس میں گاؤں کی بچیاں پانچویں کلاس تک تعلیم حاصل کررہی ہیں۔

میرا اگلا مشن اپنے گاؤں میں علم کی روشنی پھیلانا تھا۔ اسکول کی عمارت بن چکی تھی مگر کوئی معلّمہ اتنی دور آکر بچیوں کو پڑھانے پر آمادہ نہیں تھی۔ اس سلسلے میں محکمہ تعلیم کے اعلیٰ عہدیداران کو درخواستیں دیں مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی' بالآخر میں نے اسکول میں

غیر سرکاری معلمات کا انتظام کیا اور خود انہیں تنخواہ دینے لگا۔اس کے علاوہ سوسائٹی کے ذمے لگائے گئے کاموں پر بھی خرچ میری جیب سے جاتا۔آج میں اس مقام پر کھڑا ہوں تو صرف اور صرف اپنی والدہ کی بدولت اگر اس وقت میری والدہ مجھے تعلیم دلوانے کی ضد نہ کرتیں تو میں بھی ان پڑھ سا ایک عام کاشتکار ہوتا۔اللہ نے مجھے کاروبار میں ترقی دی تو میں نے اپنی والدہ کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے اُن کے نام سے راج انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ قائم کیا جس کے تحت سب سے پہلے اپنے گاؤں کی بیٹیوں کے لئے ایک جدید تعلیم کا اسکول قائم کیا جہاں طالبات سے کوئی فیس وصول نہیں کی جاتی۔اس ادارے کے زیر اہتمام دین و دنیا کی تعلیم اور طلباء و طالبات کو کامیاب مستقبل کے انتخاب کے لئے کیریئر کونسلنگ کا فریضہ بھی بخوبی ادا کر رہا ہوں۔

راج انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ کے زیر انتظام کیے گئے اقدامات حسبِ ذیل ہیں۔

راج انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ سکول برائے گرلز کی بنیاد 1991 میں ساکھی گاؤں ضلع حافظ آباد میں رکھی گئی۔اس وقت سے لیکر آج تک 2100 بچیاں مڈل' میٹرک 'ایف اے'بی اے اور ایم اے پاس کر چکی ہیں۔

راج انٹرنیشنل ٹرسٹ نے مدرسہ کی بنیاد 1992 میں ساکھی گاؤں ضلع حافظ آباد میں رکھی۔جس میں روزانہ کی بنیاد پر 500 بچے اور بچیاں ناظرہ پڑھنے آتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ قرآن حفظ اور عالمہ فاضلہ کا کورس بھی کروایا جاتا ہے۔

راج انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ ووکیشنل سکول کی بنیاد 1994ء میں ساکھی گاؤں ضلع حافظ آباد اور حافظ آباد شہر میں رکھی۔1350 بچیاں سلائی کڑھائی میں مہارت حاصل کر چکی ہیں۔

راج انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ کی طرف سے 500 فٹ گہرے واٹر پمپس لگوائے گئے جس سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ روزانہ کی بنیاد پر صاف پانی جیسی نعمت سے مستفید ہو رہے ہیں۔صاف پانی کی وجہ سے ان کے پیٹ کی جملہ بیماریاں ختم ہو گئی

ہیں۔خاص طور پر یرقان جیسی بیماری سے نجات مل گئی ہے۔اسکے علاوہ حقدار ضرورت مند بچے اور بچیوں کی تعلیم اور شادی کے سلسلے میں بھی مدد کی جاتی ہے۔

اسلامی تعلیمات سے قرآن و حدیث سیکھنے کے لئے www.quranraj.com پر تاحیات مفت تعلیم کی سہولت موجود ہے۔

قران پاک کے موضوعات، پیغامات اور مضامین سے آگاہی حاصل کرنے اور مختلف موضوعات پر احادیث سے راہنمائی کیلیئے راج انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ کے زیر اہتمام انٹرنیٹ پر ایک خصوصی ویب سائٹ جبکہ موبائل سافٹ ویئر Android/Nokia/Iphone کیلیئے خصوصی APPS تیار کی گئی ہیں۔مذکورہ ویب سائٹ پر تمام معلومات بلا معاوضہ دستیاب ہیں۔

اسی طرح Window Store/Google play store /App Store سے Apps مفت Download کی جاسکتی ہیں۔

ہم نیک مقصد اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے یہ کام کررہے ہیں۔اگر اس کام میں ہم سے کوئی غلطی کوتاہی ہوئی ہو تو ہم معذرت خواہ ہیں۔آپ سے التماس ہے کہ درستگی کے لیے ہمیں آگاہ کریں، تاکہ اصلاح کی جاسکے۔

search:quraanraj youtube,Muslim sharif, Bukhari Sharif,audio recording on line

موجود ہے۔ہر حدیث شریف علیحدہ علیحدہ Topics کے حساب سے یا حدیث نمبر کے حساب سے سنی جاسکتی ہے۔اسکے لئے youtube search quran لکھیں گے تو مطلوبہ عنوان کھل جائے گا۔

میں نے جب 1991ء میں اپنے ذاتی ادارے ZOOM ENGINEERS کی بنیاد رکھی تو میرے سامنے دو مقاصد تھے؛ پہلا یہ کہ مجھے اپنے کاروبار کو اتنی ترقی دینی ہے کہ میں ایک خوشحال زندگی گزار سکوں، ایسی قابل رشک زندگی جس کا نہ صرف میں نے خواب دیکھ رکھا ہے بلکہ میں اپنے اردگرد موجود لوگوں کے کام

آنے کے قابل بھی بن سکوں۔ZOOM ENGINEERS کا نام آج پاکستان کی صف اوّل کمپنیوں میں شمار ہوتا ہے۔اس ادارے نے پاکستان میں بہت بڑے اور قابل ذکر پراجیکٹ تعمیر کیے ہیں۔ZOOM ENGINEERS اور راج انٹرنیشنل ٹرسٹ کی ترقی کی بنیاد اس کے کامیاب ہونے کا یقین تھا اور جب بندہ اپنے اندر کامیاب ہونے کا عزم پیدا کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی شاملِ حال ہوجاتی ہے۔آخر میں 'میں صرف اتنا کہوں گا کہ آزمائش کے ان لمحوں کو آسائش میں بدلنے کے لیے طویل اور مسلسل جدوجہد ضروری ہے۔تقدیر بدلنے کے لیے دعا کے ساتھ ساتھ دوا کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے حصول کے لیے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرنا پڑتا بلکہ اس کا نسخہ آدمی کے اپنے عزم اور ارادے سے بنتا ہے۔بس اتنی سی میری کہانی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کی کہانی بھی ایسی ہی ہو۔۔۔محنت، جہد مسلسل اور کامیابی کے رنگوں سے سجی ہوئی۔

سیف اللہ ضیاء........ کامیابی کا سفیر

سیف اللہ ضیاء کی کتاب ''کامیابی کیسے ملے گی؟'' میری میز پر گذشتہ دو دن سے رکھی تھی۔ مجھے اس کتاب کے لیے رائے دینے کے لیے کہا گیا تھا لیکن گونا گوں مصروفیات کی وجہ سے اسے کھول کر نہ دیکھ سکا۔ آج تھوڑی فرصت ملی تو اس کتاب پر چند لائنیں لکھنے کے لیے کاغذ قلم سنبھالا اور کتاب اپنے سامنے رکھ کر بیٹھ گیا۔ ٹائٹل سادہ لیکن کتاب کا نام زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کی خواہش رکھنے والوں کے لیے کشش کا باعث ہے۔ اسلام آباد سے شائع شدہ اس کتاب کی قیمت نہیں لکھی ہوئی جبکہ شروع کے صفحات پر قرآنی آیات اور درود ابراہیمی عام کتب کے شروع کے صفحات سے ہٹ کر لگا۔ سیف اللہ ضیاء نے انتساب کسی ایک شخصیت کی بجائے پسماندہ علاقوں میں رہنے والے ان غریب اور نادار بچے بچیوں کے نام لکھا تھا جن کی حوصلہ افزائی کے لیے یہ کتاب تحریر کی گئی تھی۔ وہ اپنی کتاب کے ذریعے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے ان کی کہانی اپنی کہانی محسوس ہوئی۔ میری طرح وہ بھی ایک ایسے پسماندہ علاقے میں پیدا ہوئے جہاں دور دور تک تعلیم کے حصول کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ پنڈی بھٹیاں (ضلع حافظ آباد) موٹر وے سے مشرق کی جانب ۳۵ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع گاؤں ''ساکھی'' میں پیدا ہوئے۔ والد مزدور کاشتکار تھے۔ اکثر دیہات میں مزدور کا بیٹا مزدور اور کاشتکار کا بیٹا کاشتکار ہی ہوتا ہے لیکن اس کی سادہ مزاج والدہ راج بی بی اڑھائی مرلے کے روشنی سے محروم کچے مکان میں رہتے ہوئے اپنی آنکھوں میں روشن خواب سجائے بیٹے کو اعلیٰ افسر کے روپ میں دیکھ رہی تھی۔

باپ کے ساتھ کھیتوں میں ہل چلانے کے لیے بھیجنے کی بجائے ماں نے بیٹے کو

بستہ دے کر قریبی پرائمری اسکول بھیج دیا۔ گاؤں کے پرائمری اسکول میں پانچویں تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد سیف اللہ ضیاء کو ''ساگر کلاں'' گاؤں کے جس اسکول میں داخل کرایا گیا وہاں کا فاصلہ ۱۲ کلومیٹر تھا جو انہیں پیدل طے کرنا پڑتا۔ دن میں یہ طویل فاصلہ پیدل طے کر کے اسکول پہنچتے' شام کو مویشیوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری نبھاتے اور رات کو دیئے کی روشنی میں جماعت میں ملا ہوا کام مکمل کرتے۔ میٹرک کے لیے گورنمنٹ ہائی اسکول حافظ آباد میں داخلہ لیا۔ اب سفر ۱۲ کلومیٹر کی بجائے ۲۰ کلومیٹر ہو گیا تھا۔ جیسے جیسے میں سیف اللہ ضیاء کی کہانی پڑھتا جاتا میری حیرت بڑھتی جاتی۔ آگے لکھا تھا: ''غربت اور کسمپرسی کی وجہ سے اساتذہ نے سائنس مضامین کی بجائے آرٹس مضامین رکھنے کا مشورہ دیا لیکن وہ اپنی والدہ کی آنکھوں سے خواب چھیننا نہیں چاہتے تھے۔ ماں ساری رات چرخہ کات کات کر پیسے اکٹھے کرتی رہی۔ بالآخر ایک دن اتنے جمع کر لیے کہ ایک سائیکل خرید لی گئی اور یوں تعلیمی مدارج طے ہوتے گئے۔ میٹرک کے دو سال بہت مشکل ثابت ہوئے، روزانہ ۲۰ کلومیٹر سفر سائیکل پر طے کرنا' پھر گھر کے کام کاج۔ ننھیال والے مختلف اجناس کاشت کرتے تھے لہٰذا اکثر رات کو فصلوں پر پہرہ بھی دینا پڑتا تھا۔ دیئے کی روشنی میں اتنے سخت ترین حالات میں بھی امتحانات کی تیاری جاری تھی کہ والدہ صاحبہ کو اپنے لخت جگر کے سر پر سہرا دیکھنے کی خواہش جاگ اٹھی۔ چھوٹی سی عمر میں بھاری بوجھ کندھوں پر آن پڑا۔ حصول علم کی راہ میں انہیں وہ تمام مسائل درپیش تھے جو کسی بھی بچے کی تعلیم میں رکاوٹ بنتے ہوئے اسکے تعلیمی سفر کو ختم کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری اور سفر جاری رکھا۔ اس دوران ایک عدد بیٹی کے باپ بھی بن گئے۔ بیٹی کی پیدائش کے بعد لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اپنی تعلیم کو جاری نہیں رکھ سکیں گے لیکن ان کے اندر علم کی جستجو اس قدر پنپ چکی تھی اسے ختم کرنا اب خود ان کے بس میں نہیں تھا۔

کتاب میرے سامنے کھلی پڑی تھی اور میرا دل عجیب احساس سے بوجھل ہوا جا رہا تھا۔ مجھے اپنا علی گڑھ کا وہ زمانہ یاد آ گیا جب میٹرک میں اعلیٰ پوزیشن رکھنے کے

باوجود پیسے نہ ہونے کی وجہ سے کسی کالج میں داخلہ نہیں لے پا رہا تھا۔ آگے لکھا تھا: ''میں نے ایف ایس سی میں داخلہ لے لیا۔ ایف ایس سی میں ٹیوشن کی اشد ضرورت تھی لیکن ٹیوشن کے اخراجات تو ایک طرف لالٹین اور اس میں ڈالنے والا تیل بھی خریدنا میرے لیے بہت مشکل تھا۔ مسائل سے بھرے اس دور میں ایک اچھا کام جو ہوا وہ میری شادی تھی۔ اللہ نے میری محنتوں کے صلے میں مجھے ایک باحوصلہ اور سمجھدار شریک حیات سے نوازا۔ وہ ساری ساری رات مجھے ہاتھ سے پنکھا جھلتی رہتی اور میں راتوں کو جاگ جاگ کر اپنی قسمت سنوارنے کے لیے جی جان سے محنت کرتا رہتا۔ ایف ایس سی کا امتحان اول درجے سے پاس کر لیا تو مزید تعلیم کے حصول کی جو آگ میرے اندر جل رہی تھی وہ بھڑک کر آتش فشاں کا روپ دھار گئی۔ لیکن علاقے کے لوگوں کی ذہنی حالت دیکھ کر (علاقے کے مزارعوں کے بیٹوں کا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا اتنا قابل فخر نہیں سمجھا جاتا تھا) دل زخمی ہو جاتا۔ ایسے کڑے وقت میں میرے ماموں نے ساتھ دیا۔ وہ مجھے علاقے کے وڈیروں کے پاس ملازمت پر لگوانے کے لیے لے کر جاتے لیکن وہ ہمارا مذاق اڑاتے کہ کمی کمین اعلیٰ تعلیم حاصل کریں گے۔ مقولہ ہے جس کام کی جتنی مخالفت کی جائے وہ کام اتنی ہی تیزی سے پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ میرے اندر بھی اس شدید مخالفت نے ایک آگ سی بھڑکا دی تھی۔ میں نے اپنی منزل طے کر لی تھی اور بس چلا جا رہا تھا۔ اب مجھے کسی آندھی، کسی طوفان کا ڈر نہ تھا۔''

سیف اللہ ضیاء کے الفاظ میرے دل کے بند دریچے کھول رہے تھے۔ میں اپنی زندگی کی شاہراہ پر دوران سفر جن مشکلات سے دوچار رہا وہ ایک مرتبہ پھر سیف اللہ ضیاء کے الفاظ کا روپ دھارے میرے سامنے کھڑی تھیں۔ میں اس کتاب پر چند لائنیں لکھنے بیٹھا تھا لیکن میرے اندر کا تجسس مجھے اس کے رائٹر پر لکھنے کے لیے اکسا رہا ہے۔

''ایف ایس سی کرنے کے بعد ابھی سیف اللہ ملازمت کی تلاش میں سرگرداں تھے کہ ایک دوست نے انہیں مشورہ دیا کہ انجینئرنگ کالج رسول منڈی بہاؤالدین میں تین سالہ ایسوسی ایٹ انجینئرنگ میں داخلہ لے لیں، لیکن یہاں بھی مالی مشکلات سامنے

آن کھڑی ہوئیں۔ ایسے کڑے وقت میں ماموں ایک مرتبہ پھر مدد کو آئے۔ انہوں نے نہ صرف فیس ادا کی بلکہ ہوسٹل کا خرچ بھی ادا کر دیا۔ دو جوڑے کپڑے لے کر سیف اللہ ضیاء گھر سے ہوسٹل منتقل ہو گئے۔ دونوں جوڑے ایک دن کے وقفے کے ساتھ دھو کر بغیر استری پہن لیتے۔ غریب ضرور تھے لیکن صفائی پسند بہت تھے۔ جلد ہی کالج کے لائق ترین طلباء میں شمار ہونے لگے۔ بہت سی کامیابیاں سمیٹیں' این سی سی کی ٹیم کے ناظم مقرر ہوئے' کالج کے ادبی جریدے ''شاہراہ'' کے مدیر بھی رہے۔'' میرے حالات سے مشابہت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ میں نے بی ٹی اور ایم اے تاریخ کے امتحانات ایک ساتھ دیئے تھے۔ دن کو ایک مضمون کا پرچہ دیتا اور شام کو دوسرے مضمون کا۔ یہ پڑھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سیف اللہ ضیاء نے انجینئرنگ کالج میں ڈپلومے کے حتمی امتحانات اور بی اے کے امتحانات ایک ہی وقت میں صبح و شام کے وقفے سے دیئے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ بی اے کے امتحانات کا سنٹر انجینئرنگ کالج منڈی بہاؤالدین سے ۹۰ کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ صبح پانچ بجے والی بس پر گجرات جاتے اور وہاں امتحان دے کر دوپہر اپنے کالج میں امتحان دینے پہنچ جاتے۔ سپرنٹنڈنٹ امتحانات کو اصل صورتحال کا پتہ چلا تو انہوں نے آدھے گھنٹے تاخیر سے پہنچنے کی چھوٹ دے دی لیکن اس طرح مجموعی وقت کم ہو جاتا۔ اس تگ و دو کے نتیجے میں سخت بیمار ہو گئے لیکن اللہ کے کرم سے دونوں امتحانات اول درجے کے ساتھ پاس کر لیے۔''

جس طرح میں نے غربت میں آنکھ کھولی' مشکل ترین حالات سے نبرد آزما ہو کر تعلیمی مدارج طے کیے اس کے بعد میں نے عزم کر لیا تھا کہ آنے والی نسل کے لیے ضرور ایسا کچھ کر جاؤں گا کہ جس طرح میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مشکلات سے دوچار رہا آنے والی نسل اس طرح خوار نہ ہو، ٹھیک اسی طرح سیف اللہ ضیاء نے بھی طے کر لیا تھا کہ وہ پڑھ لکھ کر نہ صرف اپنے علاقے کی حالت سدھاریں گے بلکہ ان کی زندگی دوسروں کے لیے مشعل راہ ثابت ہو گی۔ تلاش روزگار کے لیے اسلام آباد کی سڑکوں پر پیدل خاک چھانی اور بالآخر ۲۷۵ روپے ماہوار پر ایک تعمیراتی کمپنی میں ملازمت

اختیار کی۔اپنے مشن کی تکمیل کے لیے ملازمت ملنے کے تین ماہ بعد گاؤں واپس آئے، چند جوانوں کو اکٹھا کیا اور ایک تنظیم بنائی جس میں طے کیا گیا کہ اس کے پلیٹ فارم سے سب مل جل کر گاؤں کے لیے پانی، بجلی، ڈسپنسری، اسکول اور گلیوں کی پختہ تعمیر جیسے دیرینہ مسائل حل کرانے کی کوشش کریں گے۔اس مقصد کے لیے ایک فنڈ قائم کیا گیا۔جس میں پانچ روپے کا پہلا چندہ جناب سیف اللہ ضیاء نے اپنی جیب سے دیا۔

تعمیرات کے شعبے میں اپنی مہارتوں کا لوہا منواتے منواتے سیف اللہ سعودی عرب کے ایک تعمیراتی ادارے میں کام کی غرض سے چلے گئے۔۱۹۷۱ء میں ان کی قائم کردہ ویلفیئر سوسائٹی کے تعاون سے ان کے گاؤں میں بجلی منظور ہوگئی۔

انہوں نے اپنے علاقے کے لیے بچپن سے جو خواب آنکھوں میں بسا رکھے تھے ان میں سرفہرست علاقے میں علم کی روشنی پھیلانا تھا خصوصاً لڑکیوں کے لیے یہاں کوئی اسکول نہ تھا جس کی وجہ سے ان کی بڑی بہن تعلیم حاصل نہ کرسکیں۔بعد میں اسکول کا قیام تو ممکن ہو گیا لیکن مسئلہ یہ تھا کہ کوئی معلّمہ اتنی دور آکر بچیوں کو پڑھانے پر تیار نہ تھی لیکن تعلیم نسواں کا بہرحال انتظام لازمی تھا اس مقصد کے لیے اسکول میں غیر سرکاری معلمات کا انتظام کیا اور ان کو خود تنخواہ دینے لگے۔اس کے علاوہ سوسائٹی کے دیگر کاموں پر بھی اپنی جیب سے ہی خرچ کیا جاتا۔

راج بی بی کا جاگتی آنکھوں سے دیکھا ہوا خواب شرمندہ تعبیر ہو رہا تھا۔ انہوں نے علم حاصل کر کے نہ صرف اپنی والدہ کا خواب پورا کر دکھایا بلکہ اپنے علاقے کے بچے بچیوں کی دینی و دنیاوی تعلیم کا انتظام بھی کر دیا۔والدہ کی محنتوں کو ثمر دینے کے لیے آپ نے والدہ کے نام پر ''راج انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ'' قائم کیا جس کے تحت سب سے پہلے گاؤں کی بیٹیوں کے لیے ایک جدید تعلیم کا اسکول قائم کیا جہاں طالبات سے کوئی فیس وصول نہیں کی جاتی تھی۔اس ادارے کے زیر اہتمام طلباء و طالبات کو کامیاب مستقبل کے انتخاب کے لیے کیریئر کونسلنگ کا فریضہ بھی سیف الدین ضیاء بخوبی ادا کر رہے ہیں۔

راج انٹرنیشنل ٹرسٹ اسکول برائے گرلز کی بنیاد ۱۹۹۱ء میں ساکھی گاؤں ضلع حافظ آباد میں رکھی گئی جس کی بدولت اب تک تقریباً ۲۱۰۰ بچیاں مڈل' میٹرک' ایف اے' بی اے اور ایم اے پاس کر چکی ہیں۔اس کے علاوہ اس ٹرسٹ کے زیر اہتمام ۱۹۹۲ء میں مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی جس میں ۵۰۰ سے زائد بچے بچیاں قرآن پاک کی تدریس کے لیے روزانہ آتی ہیں۔علاقے کے لوگوں کو پینے کے صاف پانی کی فراہمی اس ٹرسٹ کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔۵۰۰ فٹ گہرے واٹر پمپس ہزاروں لوگوں کو پینے کے صاف پانی کی فراہمی کو یقینی بنا رہے ہیں۔صاف پانی کی فراہمی کی بدولت یہاں کے لوگ پیٹ کی جملہ بیماریوں سے محفوظ ہو گئے ہیں۔اس کے علاوہ یہ ٹرسٹ حقدار بچے بچیوں کی تعلیم اور شادی کے اخراجات میں بھی ان کی مدد کرتا ہے۔

سیف اللہ ضیاء ایک فرد کا نام نہیں' سیف اللہ ایک تنظیم ہے' ایک ادارہ ہے ایک ایسا مکمل ادارہ جو بنی نوع انسان کو درپیش ہر قسم کے مسائل کے حل کے لیے سرگرم ہے۔ان کی سوچ میری داد کی مستحق ہے۔طلباء و طالبات کو اسلامی تعلیمات سکھانے کے لیے جہاں انہوں نے راج انٹرنیشنل ٹرسٹ جیسا پلیٹ فارم بنایا وہیں ملک اور بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے والے بچوں اور بچیوں کے لیے ایک ویب سائٹ www.quranraj.com کے نام سے بنائی تاکہ قرآن پاک کی تعلیم ہر خاص و عام تک پہنچ جائے۔اس ویب سائٹ پر تاحیات مفت تعلیم کی سہولت موجود ہے۔قرآن پاک کے موضوعات' پیغامات اور مضامین سے لوگوں کو آگاہی حاصل کرنے اور مختلف موضوعات پر احادیث سے رہنمائی کے لیے راج انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ کے زیر اہتمام انٹرنیٹ پر ایک خصوصی ویب سائٹ جبکہ موبائل کے لیے خصوصی ایپس APPS تیار کی گئی ہیں جہاں تمام معلومات بلا معاوضہ دستیاب ہیں۔کاروباری دنیا میں بھی سیف اللہ ضیاء کو اللہ نے ترقیوں سے نوازا۔ان کی زوم انجینئرز کا شمار آج پاکستان کی صف اول کی کمپنیز میں ہوتا ہے۔اس ادارے نے پاکستان میں بڑے بڑے اور قابل ذکر پراجیکٹ تعمیر کئے ہیں۔''کامیابی کیسے ملے گی'' کے نام سے کتاب کی اشاعت کے

پیچھے بھی ان کا یہی مقصد پوشیدہ ہے کہ ہمارے ملک کے نوجوان طبقے کو کامیاب ہونے کے لیے جس قسم کی رہنمائی درکار ہے اس کتاب سے حاصل کر سکیں۔اس کتاب کے جملہ مضامین انسان کی پوری زندگی کی راہ متعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔حتیٰ کہ کاروبار کے معاملے میں بھی اس کتاب میں حوصلہ افزا مضامین شائع کر کے انسانیت کی خدمت کرنے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔جناب سیف اللہ ضیاء کا کہنا ہے کہ ان کو یہ سب کامیابیاں وکامرانیاں ان کی ماں کی بدولت حاصل ہوئی ہیں اگر وہ اپنے بیٹے کو بڑا آدمی بنانے کی خواہش نہ کرتیں تو آج وہ بھی اپنے باپ کی طرح ایک مزدور کاشتکار ہوتے۔میں ان کی کامیابیوں کی فہرست دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ جب ایک ماں اپنی اولاد کے لیے کوئی خواب بُن لیتی ہے تو اس کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ خود حکم صادر کر دیتے ہیں۔کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ ”ماں کی دعا وقت تو کیا نصیب بھی بدل دیتی ہے۔“

ڈاکٹر اعجاز حسن قریشی

صدر مجلس ادارت: اُردو ڈائجسٹ

بانی کاروان علم فاؤنڈیشن

کامیابی کا نسخہ

ہمارے معاشرے میں کامیابی کے اصل معنی سے ناواقف لوگ جب ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی دوڑ کو کامیابی سمجھتے ہیں تو ناکام ہو جاتے ہیں۔ کامیاب ہونے کے لئے بامقصد ہونے کے ساتھ کئی خوبیوں کو اپنانا ضروری ہے۔ کامیابی ہر اُس شخص کا مقدر ہے جو کامیابی کے اصول سیکھ کر انہیں عملی طور پر اپنائے، کیونکہ صرف کامیاب ہونے کی خواہش کسی کو کامیاب نہیں بناتی۔

سیف اللہ ضیاء صاحب نے اپنی کتاب ''کامیابی کیسے ملے گی؟'' میں اپنی سوانح حیات بہت خوبصورتی سے تحریر کی ہے، جس میں انہوں نے اپنے بچپن کے حالات وواقعات، تعلیم میں درپیش مسائل، ملازمت کی تلاش، غیر معمولی صلاحیتوں اور معاشرے کے لئے غیر معمولی کارناموں کو بیان کیا ہے جو قارئین کو ایک بڑی انسپائریشن دیتے ہیں اور خاص طور پر آج کی نوجوان نسل کو ایک ایسی رہنمائی دیتے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر وہ اپنے مقصدِ زندگی اور ربِ کائنات کے نظام پر غور وفکر کر کے سکون، اطمینان اور خوشی کی دولت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کتاب کے کچھ موضوعات جیسے کہ 'غصہ سے بچنے کے طریقے' 'انسان کے حالات وخیالات' 'زندگی کے ابتدائی چالیس سال' اور 'کائنات کا نظام' کو بڑی باریک بینی سے بیان کیا گیا ہے جو قارئین کو انسپائریشن اور رہنمائی دیتے ہیں۔

سیف اللہ ضیاء صاحب کی معاشرے کی بہتری کے لئے کاوشیں بھی قابل تحسین ہیں۔ انہوں نے ''راج انٹرنیشنل ٹرسٹ'' اور ''راج انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ

ووکیشنل سکول‘‘ کی بنیاد ساکھی گاؤں ضلع حافظ آباد میں رکھی۔قرآن پاک اوراحادیث کے مختلف موضوعات پر رہنمائی کے لئے انہوں نے خصوصی APPS بھی تیار کروائیں۔ بلاشبہ ان سب کامیابیوں کے پیچھے ان کی طویل اور مسلسل جدوجہد شامل ہے۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سیف اللہ ضیاء صاحب کے جذبہ خدمت اور دوسروں کو کامیابی کی روشن راہوں پر گامزن کرنے کے لئے کی گئی محنت وکاوش کو قبول فرمائے۔آمین

قاسم علی شاہ

اُستاد/مصنف/مقرر

چیئرمین قاسم علی شاہ فاؤنڈیشن

اللہ کا دوست

جناب سیف اللہ ضیاء سے میری رفاقت 2003ء سے ہے۔ ان دنوں ہم اردو ڈائجسٹ کا ''جدوجہد نمبر'' نکالنے کے لیے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں جہد مسلسل، لگن اور جنون سے اپنا مقام پیدا کرنے اور انسانیت کے لیے گرانقدر خدمات سرانجام دینے والی شخصیات کی جدوجہد پر مبنی سچی داستانیں رقم کر رہے تھے۔ اسی سلسلے میں ان سے رابطہ ہوا۔

سیف اللہ ضیاء بھی ایک ''کامیاب کہانی'' ہیں۔ ایک ایسی کہانی جو مسلسل ترقی اور خوشحالی کے سفر پر رواں دواں ہے ان کے کاروباری ادارے Zoom گروپ آف کمپنیز کی طرح۔ انہوں نے اپنے کاروباری ادارے Zoom کا نام بھی اس کے معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے منتخب کیا تھا ''مسلسل بڑھتا ہوا۔'' سیف اللہ ضیاء کی ذاتی زندگی غربت اور بے شعوری سے خوشحالی او ر علم و آگہی کی منزل تک پہنچنے کا عکس ہے جو جہد مسلسل، لگن، حصول علم اور انسان دوستی سے مزین ہے۔

اپنے گاؤں کے لوگوں کو علم اور شعور دینے کا عزم تو انہوں نے اسی دن کر لیا تھا جب خود ان کو حصول علم کے لیے 20 کلومیٹر کا فاصلہ پیدل اور بعد میں سائیکل پر طے کرنا پڑا۔ ان دنوں' ان کے گاؤں میں روشنی تھی اور نہ ہی کوئی اسکول۔ سیف اللہ ضیاء نے زمانہ طالبعلمی میں ہی یہ طے کر لیا تھا کہ وہ اپنے علاقے کی حالت بدلیں گے اور ہر وہ سہولت جو ملک کے باقی لوگوں کو حاصل ہے، اپنے گاؤں کے لوگوں کو بھی مہیا کریں گے

تاکہ ان کے بچے بھی پڑھ لکھ کر اپنا مقام حاصل کر سکیں۔ چنانچہ برسر روزگار ہوتے ہی اپنے علاقے کی فلاح و بہبود کے لیے ایک تنظیم قائم کی اور پہلا چندہ اپنی جیب سے ادا کیا۔ اس فلاحی تنظیم کے پلیٹ فارم سے ان کی کوششوں سے گاؤں میں بجلی، صاف پانی، میڈیکل اور علاقے کی کچی گلیوں کی پختہ تعمیر جیسے دیرینہ مسائل حل ہوئے۔ بعدازاں اپنی والدہ کے نام پر ''راج انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ قائم کیا جس کے پلیٹ فارم سے لڑکیوں کے لیے علاقے میں جدید تعلیم کا اسکول قائم کیا جہاں طالبات سے کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی۔

سیف اللہ ضیاء کے دل میں بنی نوع انسان کی فلاح اور بہتری کے منصوبے ہردم بنتے رہتے ہیں اور وہ تن تنہا اپنے ان منصوبہ جات کو عملی جامہ پہنانے میں مصروف عمل ہیں۔ وہ ان کاموں پر جس قدر دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس سے کئی گنا زیادہ نوازتا ہے۔ ان کی کمپنی دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتے کرتے آج ملک کی صف اول کی کمپنیوں میں شمار ہو رہی ہے۔

سیف اللہ ضیاء جیسے لوگ معاشرے کا حسن ہوتے ہیں۔ میں انہیں ایک ولی کہتا ہوں۔ ولی یعنی اللہ کا دوست۔ ایک ایسا ولی جس نے جہد مسلسل سے رزق حلال کمایا اور معاشرے کے بے بس اور نادار طبقے کی مدد کرنے کے فرض کی ادائیگی میں جُت گئے۔ انہوں نے مسلسل کوشش اور جدوجہد سے نہ صرف اپنا کیریئر بنایا بلکہ خوشحالی تک پہنچنے کا عملی نمونہ پیش کیا۔ انہوں نے ثابت کیا کہ خوشحالی تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔ اپنے کمائے ہوئے رزق سے نہ صرف اپنے خاندان کی تعلیم و تربیت، علاج معالجے کے لیے دل اور تجوری کھولی بلکہ علاقے کی فلاح و بہبود پر بھی دل کھول کر خرچ کیا۔ ان کے علاقے میں بچے اور بچیوں کے لیے فلاحی اور تعلیمی اداروں کا قیام اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ قرآن وحدیث کی آسان فہم تعلیم کے لیے ویب سائٹس اور موبائل ایپ

تیار کروائیں جو انٹرنیٹ پر دستیاب ہیں۔اسلام آباد اور دیگر شہروں میں میڈیکل کی سہولت کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔سیف اللہ ضیاء ذات' رنگ نسل اور علاقے کی حدود سے بے نیاز جذبہ خدمت سے سرشار اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔اسلام آباد کے بلیو ایریا میں دیکھا کہ سفید پوش مزدوروں کو کھانا مہیا کرنا ضروری ہے تو ان کے لیے لنگر کا اہتمام کر دیا۔یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔انسانیت کی فلاح کے لیے اس حد تک چلے جانا' ان کی مشکلات کے بارے میں ان کے حل کے بارے میں سوچتے رہنا اور حتیٰ الوسع لوگوں کے مسائل کا حل نکال دینا' ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست کہا ہے۔

سیف اللہ ضیاء کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ مطالعہ کرتے ہیں۔انہیں غور وفکر کی عادت ہے۔ ہر ملاقات میں وہ قرآن سے جو نئی باتیں سیکھتے اور سمجھتے ہیں ان سے مجھے ضرور آگاہ کرتے ہیں۔باقاعدہ مطالعہ سے انسان کا انسانیت کے مقام تک پہنچنا' کامیاب ہونا' رشتوں کو بہتر طریقے سے نبھانا' دنیا اور آخرت میں سرخرو ہونا' جیسے موضوعات پر ان کے تصورات واضح ہیں۔وہ ہر اس علم' عادت اور ہنر کو پر جوش ہو کر سیکھتے ہیں جس میں فرد کی نشوونما اور انسانیت کا بھلا ہو۔

سیف اللہ غیر رسمی انداز میں اپنے ملنے والوں خصوصاً نوجوانوں کو ہلکی پھلکی گفتگو میں آگے بڑھنے اور سراغ زندگی کو پانے کے گر بتاتے رہتے ہیں۔زیر نظر کتاب ''کامیابی کیسے ملے گی؟'' ان کے اسی نوعیت کے خیالات پر مبنی ہے جن کا انہوں نے اپنے فلاحی تعلیمی اداروں میں طلباء وطالبات' اساتذہ اور حلقہ احباب میں موجود نوجوانوں سے مختلف مواقعوں پر اظہار کیا ہے۔تجربۂ دلیل' منطق' مذہب اور روحانیت کے رنگ میں رچے ان خیالات کو انہوں نے کتاب میں سمو کر اپنی بات کو وسیع حلقے تک پہنچانے کا اہتمام کیا ہے اور یہ کتاب بھی وہ بلا معاوضہ دے رہے ہیں جو ایک عظیم نیکی

ہے۔ ہمارے معاشرے خصوصاً نوجوانوں میں علم کی لگن، درست تصور دین اور آگے بڑھنے کے لیے جدوجہد اور منزل کو پانے کی جستجو جیسے مثبت رجحانات پیدا کرنا بے حد ضروری ہیں اور اس نیک کام کو سرانجام دینے پر میں جناب سیف اللہ ضیاء کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ آخر میں، میں یہاں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ میری زندگی میں جو کامیابی، بہتری اور درستگی ہے وہ انہی کے تعاون اور رہنمائی کی وجہ سے ہے۔

خالد ارشاد صوفی

ایگزیکٹو ڈائریکٹر

کاروان علم فاؤنڈیشن

زندگی کے اُصول مرتب کرنے والی کتاب

زیرِ نظر کتاب ''کامیابی کیسے ملے گی'' جناب سیف اللہ ضیاء کی ایک اچھی کاوش ہے۔۱۰۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی اہم بات یہ ہے کہ سیف اللہ ضیاء نے علم و آگہی اور شعور کی حدوں تک لے جاتی اس کتاب میں زندگی گزارنے کے وہ سارے گر سکھانے کی کوشش کی ہے۔جن پر عمل درآمد کرتے ہوئے کوئی بھی انسان اپنی آنے والی زندگی کے اصول وضع کرسکتا ہے۔اس کتاب میں ہمارے اندر کی سب برائیوں اور اچھائیوں کو تفصیل سے لکھا گیا ہے۔درحقیقت یہ ایک کتاب ہی نہیں بلکہ روزمرہ کے وہ مسائل ہیں جن سے ہر شخص کو واسطہ پڑتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ہم ان مشکلات سے جوجتے رہتے ہیں جبکہ انہوں نے ان مسائل سے باہر نکلنے کے وہ تمام طریقے سکھا دیئے ہیں جو ہمارے لاشعور میں تو ہوتے ہیں لیکن ہم ان میں گھر کران کے حل تلاش نہیں کر پاتے۔میری نظر میں اس کتاب میں بہت اہم معاملات کو نہایت ہلکے پھلکے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

پروفیسر ارشد جاوید

پیکرعزم

کتاب ''کامیابی کیسے ملے گی'' سیف اللہ ضیاء صاحب کی ایک باکمال تحریر ہے۔ یہ کتاب تبلیغی مواد پر مشتمل ہے جو کامیاب زندگی کے لئے مکمل رہنمائی کرتی ہے۔ مصنف نے معاشرتی زندگی کے صدیوں پرانے کامیابی کے اُصولوں کو مذہب کے ساتھ ہم آہنگ کر کے کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ اگر اس کتاب کے پچاس فیصد اُصولوں پر پچاس فیصد ہی عمل کر لیا جائے تو اچھی خاصی کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں۔ میری رائے میں والدین نا صرف خود اس کا مطالعہ کریں بلکہ اپنے بچوں کو بھی تلقین کریں۔

شکریہ

حاجی محمد ریاض

چیئرمین آر۔ بی۔ ایس

غصہ سے بچنے کے طریقے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی برکت:

ہم سب کو گھر میں اور باہر بات بات پر بہت غصہ آتا ہے۔ گھر میں امی کوئی کام کہہ دیں کہ آپ نے یہ کام نہیں کیا یا اُٹھ جاؤ نماز پڑھ لو یا اور کوئی کام کرو تو غُصہ آ جاتا ہے۔ آج کے بعد آپ کو جب بھی امی یا ابو ڈانٹیں تو بالکل غصہ نہ کریں۔ آپ نے امی اور ابو کے سامنے باآوازِ بُلند کہنا ہے:

بسم اللہ الرٰحمن الر حیم

دیکھنا اُسی وقت امی بھی چُپ کر جائیں گی اور آپ کو بھی صبر آ جائے گا۔

جھوٹی انا، ضد اور بدلہ / غُصہ آنے کی وجہ:

ہم سبھی میں جھوٹی ضد، انا اور عزت کسی نہ کسی حد تک موجود ہوتی ہے۔ اسی ضد اور انا کی وجہ سے ہم اپنے ماں باپ کی بات پر بھی اکثر غصہ کر جاتے ہیں، اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں اور نافرمانی پر اتر آتے ہیں۔

آپ سب میری بات سے اتفاق کریں گے کہ غصہ ایک منفی جذبہ ہے، جب تک انسان کے اندر غصہ رہتا ہے، وہ اندر ہی اندر جلتا رہتا ہے۔ وہ ہمہ وقت بدلہ لینے کے طریقے سوچتا رہتا ہے کہ فلاں نے میری بے عزتی کی ہے میں اس کو دیکھ لوں گا وغیرہ

وغیرہ۔یہی جذبہ اگر اپنے والدین کے خلاف ابھرے تو نافرمانی کی شکل اختیار کر جاتا ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں ہمارے لیے خسارے کا سودا ہے۔اسی لیے اس سے بچنے کی کوشش کیجیے، یاد رکھیئے جب تک انسان غصہ میں رہتا ہے، اُس وقت تک اُس سے کوئی بھی اچھا کام نہیں ہو پاتا۔

اپنے آپ سے یا اپنے والدین سے بدلہ لینے کے طریقے:

والدین پر غصہ آنے کے بعد نئی نسل بدلہ لینے کے تین چار طریقے اختیار کرتی ہے۔

1۔ اول یہ کہ وہ بھی آگے سے غصہ کریں، زبان سے نہ سہی دل میں کڑھنے لگیں اور اپنی ہی آگ میں چپکے چپکے جلتے رہیں۔

2۔ دوئم بدتمیزی پر اتر آئیں، زبان سے گستاخی کے مرتکب ہوں، جہالت کی انتہا دکھاتے ہوئے اپنے بڑوں پر ہاتھ اٹھائیں اور ان کے ساتھ ساتھ اپنی نظروں میں بھی ذلیل اور رُسوا ہوں۔

3۔ سوئم، اگر یہ سب نہ کر سکتے ہوں تو فرار کی راہ اختیار کرتے ہوئے گھر سے بھاگ جائیں جو کہ بظاہر آسان لیکن نتائج کے اعتبار سے انتہائی خطرناک ہوتا ہے۔

غصے کے نقصانات:

بالفرض ہم یہ سب نہیں کر سکتے اور غصہ اپنے اندر رکھ کر اندر ہی اندر جلتے رہتے ہیں، تب بھی ہم سے کوئی بھی اچھا کام نہیں ہو پاتا۔نیز اسی غصے کی وجہ سے انسانی جسم کے اندرونی افعال بھی متاثر ہوتے ہیں، مثلاً خون وغیرہ بھی صحیح طرح سے گردش نہیں کرتا اور رفتہ رفتہ انسان کے چہرے کی قدرتی خوبصورتی واضح بدصورتی میں بدلتی چلی جاتی ہے اور خاص طور پر بچیوں کے چہرے پر داغ دھبے اور مہاسے نکل آتے ہیں اور صحت خراب

رہنے لگتی ہے۔

نصیحت:

اوپر بیان کی گئی باتوں سے ثابت ہوا کہ غصہ ہر حال میں ہمارے لیے نقصان دہ ہے، لہٰذا آج کے بعد آپ خاص طور پر والدین کی باتوں پر بالکل بھی غصہ نہ کریں، اپنی جھوٹی ضد اور انا کو چھوڑ دیں تاکہ آپ کا گھر جنت کا نمونہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے۔

ڈانٹ درحقیقت بڑوں کا پیار اور فکر ہوتی ہے

والدین کی ڈانٹ:

جیسے ہی والدین کسی بھی بات پر ڈانٹنے لگیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور باقاعدہ کہنا چاہیے کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ مجھے کوئی ڈانٹنے والا ہے۔ آپ دیکھیں جن کے امی ابو نہیں ہوتے اُن کو کوئی ڈانٹ کے تو دکھائے۔ جب اُن کے امی اور ابو ہیں ہی نہیں تو ان کو ڈانٹے گا کون؟ اُن کی ایک ہی خواہش ہوتی ہے کہ کاش میرے بھی امی ابو ہوتے جو مجھے ڈانٹتے۔ بدقسمت ہیں وہ لوگ جن کے پاس یہ نعمت ہے لیکن وہ شکر ادا نہیں کرتے ،فقط اپنی جھوٹی انا اور کھوکھلی عزت کے لئے اور خاص طور پر ماں، جس نے ہمارے بدن کے ہر حصے کو صاف ستھرا کرنے کے لئے کیا کیا تکلیفیں سہہ کر اور راتوں کو جاگ جاگ کر ہمیں پالا ہوتا ہے اور والد جو اپنی ساری خواہشات کو دبا کر آپ کے لئے گرمی سردی دِن رات ایک کر کے آپ کے لئے رزق اور تعلیم کا بندوبست کرتا ہے۔

والد سورج ہے اور والدہ چاند۔ سورج کی گرمی اور چاند کی ٹھنڈک زندگی کے لئے بہت ضروری ہے۔

انسان کو ذلیل کروانے والے الفاظ:

یہ الفاظ انسان کو بہت ذلیل کرواتے ہیں:

آخر میری بھی کوئی عزت ہے!

بھائی تیری عزت کیا ہے؟ سب کچھ تیرے ماں باپ کا ہے۔ یہ کان تیرے باپ کے، یہ ہونٹ تیرے باپ کے یعنی سب کچھ تیرے باپ کا وغیرہ وغیرہ۔ آپ کی

عزت معاشرے میں ہوگی جب اپنے گھر سے عزت کروا کر نکلیں گے اور گھر سے عزت والدین کے ادب اور عزت کرنے سے ملتی ہے۔

ماں اور باپ کی ڈانٹ کا جواب:

عزت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی ہے۔ ہماری عزت خاص کر والدین کے سامنے؟ ماں اور باپ دو ایسی شخصیات ہیں جنہوں نے ہم سے پہلے دنیا میں سب کچھ دیکھا ہوتا ہے۔ ماں کے سامنے اس بات کا کوئی جواز نہیں بنتا کہ ہم کہیں کہ میری بھی کوئی عزت ہے۔ لہٰذا آج کے بعد جس کو بھی ڈانٹ پڑے سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن رحیم پڑھے اور ساتھ یہ کہے کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ مجھے کوئی ڈانٹنے والا ہے۔ مزید یہ کہ اس ڈانٹ میں سے مثبت پہلو نکالنا ہے، نہ کہ منفی بات پکڑ کر بیٹھ جائیں۔

آپ امی اور ابو کی ڈانٹ کو اسی بتائے گئے فارمولے پر عمل کریں۔ آپ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن صبر کرنا شرط ہے۔ آپ صرف اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھیں، شرک نہ کریں اور والدین کی خدمت اور ان کی پیروی کریں۔

لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھریں:

اگر بعد میں آپ کا بھائی، بہن یا کوئی کزن یا کوئی دوست آپ سے کہے کہ آپ کو تو امی ابو نے بہت ڈانٹا ہے، یہ تو بہت بے عزتی کی بات ہے۔ جو بھی آپ سے ایسا کہے تو سمجھ لیں کہ وہ آپ کا دُشمن ہے جو آپ کو یہ آ کر کہے کہ ٹیچر نے آپ کی بے عزتی کر دی ہے، وہ بھی آپ کا دشمن ہے۔ آپ کی ٹیچرز آپکو جتنا بھی ڈانٹیں اتنا ہی شکر ادا کریں کہ یا اللہ تیرا شکر ہے مجھے ڈانٹ پڑی ہے۔ یہ ڈانٹ مجھے ٹھیک کرنے کے لیے ہی تو پلائی گئی ہے۔ مجھے سیدھے راستے پر لگانے کیلئے، اور جو کسی کو ڈانٹتا ہے وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ جو کسی سے محبت نہیں کرتا وہ کسی کو ڈانٹتا بھی نہیں ہے۔ اُس کو اس سے

غرض ہی کیا ہے کہ وہ کیا کرتا ہے اور کیا نہیں، اس کی طرف سے وہ جس مرضی انجام سے دوچار ہو۔

دُنیا میں ہمیں سب سے زیادہ کیا چیز پیاری ہے؟

سب سے پیاری چیز صرف اور صرف " کام" ہے۔ پنجابی کی کہاوت ہے " کم پیارا ہے، چم پیارا نئیں "۔ آپ چاہتے ہیں کہ لوگ اور والدین آپ سے پیار کریں تو اچھے اچھے کام کریں فائدہ آپ سب کو ہو گا۔

اپنوں کی ڈانٹ میں بھی پیار، فکر اور اصلاح ہوتی ہے:

مثال کے طور پر آپ باہر جائیں، کتنے ہی لوگ جا رہے ہیں لیکن کوئی کسی کو ڈانٹتا نہیں ہے کیونکہ کسی کو کسی سے محبت نہیں ہے۔ جب کوئی کسی کو ڈانٹتا ہے تو اُس کو اِس سے محبت ہوتی ہے کہ یہ خراب نہ ہو جائے۔ اِس کے علاوہ کوئی کسی کو نہیں ڈانٹتا۔ لٰہذا بڑے بہن بھائی ڈانٹیں تو اُن کا بھی بالکل غصہ نہیں کرنا۔ اُس کو مثبت لینا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے کہ مجھے کوئی ڈانٹنے والا ہے۔ اگر آپ یہ چیزیں کر لیں تو آپ کا گھر جنت بن جائے گا۔ آپ لوگوں کو گھر میں رہنے کا مزہ آئے گا۔ یہ جو ہمارے بڑے ہوتے ہیں، اُن کا تجربہ ہم سے کئی گُنا زیادہ ہوتا ہے۔ آپ بھی بڑے ہو جاؤ گے تو آپ کو بھی تجربہ ہو جائے گا۔

تو آج کے بعد آپ نے ان سب باتوں پہ عمل کرنا ہے تا کہ آپ کے ساتھ ساتھ دوسروں کی زندگی بھی آسان ہو جائے۔

گھر والوں کا پیار حاصل کرنے کیلئے قربانی دینا

بہن بھائیوں میں حسد کا عنصر:

پیار لینے اور کرنے کا طریقہ جس طرح پہلے بتایا جا چکا ہے کہ صرف اچھے کام کریں۔

اب آجائیں بہن اور بھائی کے انمول رشتے کی طرف۔ یہ ایک دوسرے پر غصہ کرتے ہیں اور کچھ کچھ حسد بھی۔ مثلاً امی نے اُس کو بُلا لیا اور مجھے نہیں بُلایا، اُس کے لئے اچھا کپڑا منگوایا اور میرے لئے نہیں، اُس کو پہلے پیار کیا اور مجھے نہیں کیا۔ آج کے بعد یہ چیزیں بھی ذہن سے نکال دیں۔ ماں باپ جو بھی کرتے ہیں اپنی اولاد کی بہتری کے لیے کرتے ہیں اور اُن کے لیے سب اولاد ایک جیسی ہوتی ہے، کوئی بھی کم یا زیادہ نہیں ہوتا، بس آپ کی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری ہی اُن سے قربت کا پیمانہ ٹھہرتی ہے۔

ماں اور باپ کی محبت اولاد کے لئے یکساں ہوتی ہے:

جیسا کہ ہم نے گزشتہ سطور میں کہا کہ ماں ایک ہی ہوتی ہے، باپ بھی ایک ہی ہوتا ہے، ان کے لیے اولاد بھی ایک جیسی ہی ہوتی ہے۔ آپ لوگوں کے اندر ایک ہی ماں اور ایک ہی باپ کا خون ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ ایک ہی ماں کے بطن سے پیدا ہوئے، پھر فرق کیا ہے؟

فرق ہے تو بس اتنا کہ ایک ہی ماں کی بیٹیاں ہیں لیکن ایک بن گئی فاطمہ اور دوسری بن گئی عائشہ۔ صرف نام کا فرق ہے، پھر آپس میں حسد کرنے کا تو کوئی جواز ہی

نہیں بنتا۔

بہن بھائیوں کی بلاوجہ لڑائیاں:

جس کی بہن نہیں ہوتی وہ یہ دُعا مانگتا ہے کہ یا اللہ میری بہن ہو اور جس کے پاس بھائی نہیں ہوتا وہ کہتی ہے کہ یا اللہ میرا ایک بھائی ہو جائے اور جب ہو جاتے ہیں تو پھر حسد پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر بات بات پر غصہ آجاتا ہے، اور گھر میں اتنی بدمزگی ہو جاتی ہے کہ والدین بھی پریشان ہو جاتے ہیں کہ ہم کیا کریں۔ وہ دُعا مانگ مانگ کر اللہ تعالیٰ سے بچے مانگتے ہیں اور جب بچے پیدا ہو جاتے ہیں تو یہ مسئلہ ہو جاتا ہے کہ بہن بھائیوں کی آپس میں لڑائی ہی ختم نہیں ہوتی، یہ کسی بھی طور مناسب نہیں۔ آپ اور آپ کے بہن بھائیوں میں ایک ہی خون ہے، دونوں کے ایک ہی ماں باپ ہیں، اِس لئے آپس میں غصہ کرنا چھوڑ دیں، ان سے پوچھیں جن کے بہن بھائی نہیں ہیں۔

دنیا میں بہتر انسان بننے کے لئے چند نصیحتیں:

آپ میں سے وہ بندہ دُنیا میں اچھا رہتا ہے، گھر میں بھی اور باہر بھی، جو دوسروں کے لیے ایثار اور قربانی کا جذبہ رکھتا ہے۔ ایثار کیا ہے؟ آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں:

آپ کے گھر میں کوئی بھی چیز فروٹ، کھانا یا کپڑے وغیرہ آئیں، جب آپ کی امی تقسیم کرتی ہیں تو فوراً کہیے کہ میرے بہن یا میرے بھائی کو زیادہ چیز دے دیں اور مجھے بے شک کم دے دیں۔ ایک بار ایسا کر کے دیکھیں پھر دیکھیے گا کہ آپ کی گھر میں کتنی عزت بڑھتی ہے۔ گھر میں کوئی بھی نئی چیز، پھل، کھلونا، یا کپڑے وغیرہ آئیں تو آپ صبر کا مظاہرہ کریں کہ دوسرے بہن بھائی پہلے لے لیں میں بعد میں سہی۔ اُس وقت تو ایسا کرنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ شیطان کہتا ہے کہ تو اپنا حصہ اُس کو دے رہی ہے آخر تم نے بھی کھانا ہے کہ نہیں۔ لیکن بعد میں بہت سکون ملتا ہے اور دل کو تسلی ہو جاتی ہے کہ شکر

ہے میں نے اپنی بہن کو اپنا حصہ دے دیا اور میں نے کم لیا۔ بہن کی نظروں میں بھی عزت اور قدر بڑھ جاتی ہے کہ میری خاطر قربانی دینے والی بہن یا بھائی بہت اچھا ہے۔ جب بھی کوئی چیز آتی ہے تو مجھے دے دیتے ہیں۔ جب آپ یہ رویہ اختیار کریں گے تو محبت مزید بڑھے گی۔ لہٰذا خاندان کے اندر اگر کوئی بندہ اِس کا مظاہرہ کردے تو کمال ہے۔

بالفرض آپ نے آج تک ایسا نہیں بھی کیا تو آج سے ہی کم ازکم اپنے گھر سے اِس پر عمل درآمد شروع کردیں۔ اپنے دل میں پکا تہیہ کرلیں کہ آج کے بعد ضد، انا، غصہ، حسد اور لالچ اپنی فیملی میں، اور باہر بھی نہیں کرنا۔ نیز یہ کہ جب بھی ڈانٹ پڑے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ مجھے کوئی ڈانٹنے والا، روکنے، ٹوکنے اور نصیحت کرنے والا ہے۔

ہمارے کاموں میں رکاوٹ کا باعث بننے والے مسائل اور اُن کا حل

ہماری زندگی میں زیادہ تر مسائل خود کے پیدا کردہ ہیں، ہم جو سوچتے ہیں ویسے ہی ہم بن جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے: " بے شک انسان جو کوشش کرتا ہے ہم اس کو وہی دیتے ہیں"۔

ہم سب انسان جو کچھ بھی بنتے ہیں وہ اپنی کوششوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔آپ کو جو بھی انسان کی Personality نظر آتی ہے یہ اس کی کوشش اور سوچ کی وجہ سے بنتی ہے۔آپ کے مسائل میں سب سے پہلا مسئلہ سوچ میں غربت کا ہونا ہے۔

سوچ میں غربت:

ہم سب کے، خاص طور پر ہم جیسے لوگوں کے، جن کے پاس وسائل کی کمی ہوتی ہے، مسائل بڑی حد تک ملتے جلتے ہیں، وہ مسائل کیا ہیں؟

سب سے پہلے وسائل کی کمی مثلاً، پیسہ نہیں ہے تو کچھ بھی کرنا ممکن نہیں۔ دوسرا یہ کہ اگر کوئی کام کرنا بھی چاہے تو اُس کو آگے جگہ نہیں ملتی کہ وہ کوئی کام کر سکے ،اور اگر جگہ مل جائے تو واقفیت کا مسئلہ کہ میرا کوئی بندہ واقف نکل آئے ، اور اگر واقفیت بھی نکل آئے تو پھر پسند ناپسند آڑے آجاتی ہے کہ میری پسند کا کام مجھے ملے، اگر کام پسند کا مل بھی جائے تو پھر ہمارے دل میں کچھ ایسے خیال آتے ہیں کہ ہم اُس کام کو چھوڑ دیتے ہیں۔

پیسوں کی وجہ سے رکاوٹ:

سب سے بڑا مسئلہ پیسوں کا آجاتا ہے لیکن پیسہ اتنی بڑی رکاوٹ نہیں جتنا آپ کی سوچوں کا مسئلہ ہوتا ہے۔غربت کا تو بالکل نہ سوچیں۔ جتنے بھی پیسے والے لوگ ہیں سب سوچتے ہیں کہ میرے پاس ایک ارب اور آجائے۔لہٰذا غربت اس طرح ختم نہیں ہوتی۔غربت دل میں یا دماغ میں ہوتی ہے۔آپ غریب نہیں ہیں۔ ماشاءاللہ آپ لوگ خوبصورت ہیں،صحت مند ہیں،آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہے،کوئی بیماری نہیں ہے۔غریب تو وہ ہوتے ہیں جو اللہ نہ کرے بیمار رہوں اور علاج کے لئے پیسے بھی نہ ہوں۔اس طرح کی آپ کو اللہ کے فضل سے کوئی بیماری نہیں ہے۔لہٰذا ہمت کریں اور اپنے آپ کو بہتر سے بہترین بنائیں۔

وسائل کی کمی کو سوچ کر اپنی صلاحیتیں دبانا:

والدین کی یہ اُمید ہوتی کہ میرا یہ بیٹا جوان ہوگا تو ہماری پریشانیاں کم ہوں گی اور ماؤں کو یہ بھی فکر ہوتی ہے کہ یہ میری بیٹی ہے جب اس کی شادی ہوگی تو میرے سر سے ایک وزن اُتر جائے گا۔ بیٹے،جن پر اُمیدیں ہیں وہ اور چکروں میں پڑے ہوتے ہیں۔ چکر کیا ہوتا ہے سب سے پہلے اُن کو ایک ہی ٹینشن رہتی ہے،کوئی بات کریں کہ سکول جائیں وردی لے لیں تو اُن کے ذہن میں بات آجاتی کہ ہم غریب ہیں۔اُن کی جتنی صلاحیت ہوتی ہے۔ وہ ساری دب جاتی ہے۔صرف اس کے پیچھے کہ ہم غریب ہیں۔جب کہ ہم غریب نہیں ہیں۔

غریب کی تعریف:

غریب وہ ہوتا ہے،جس کا کوئی دوست نہ ہو،جس کی برادری کوئی نہ ہو،جو خوبصورت نہ ہو۔غریب وہ ہوتا ہے جو بیمار ہو،جو معذور ہو،کچھ کر نہ سکتا ہو۔اللہ کے فضل وکرم سے ہمارا ان میں سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

سوچ کا غریب ہونا:

ہمارے معاشرے نے ہماری سوسائٹی نے، ہمارے ہمسائیوں نے ہمارے اوپر اور ہم نے خود اپنے اوپر یہ چیز سوار کی ہوتی ہے کہ ہم غریب ہیں، اس کو اتار دیں۔اپنے بارے میں سوچنا شروع کریں ہم کتنے خوبصورت ہیں،ہم کتنے صحت مند ہیں۔ ہمارے پاس کس چیز کی کمی ہے۔اللہ نہ کرے کہ کسی کے والدین فوت ہو گئے ہوں۔وہ بھی نہ سوچیں کہ میرے والد یا والدہ نہیں ہیں۔اگر وہ نہیں،تو باقی لوگ، دوست رشتہ دار تو ہیں ناں۔آپ خود تو ہیں ناں، صحت مند ہیں دو ہاتھ دو پاؤں دو آنکھیں ہر چیز ہے عقل بھی ہے اور شکل بھی۔

لہٰذا آج کے بعد آپ غُربت والی بات سوچنا بند کر دیں اپنے ذہن سے نکال دیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو جو مواقع دیئے ہیں۔آپ ہر وقت اپنے آپ کے بارے میں سوچیں کہ کس طرح سے میں ان مواقعوں سے فائدہ اُٹھاؤں اور کیسے میں اپنے خاندان میں اپنا اور اپنے والدین کا سر فخر سے اونچا کروں۔

غربت کو رُکاوٹ نہ بنائیں:

میں آپ کو دو تین باتیں سمجھاؤں گا،اس تھوڑے سے وقت میں اگر آپ کو سمجھ آ گئیں تو میرا مقصد پورا ہو جائے گا۔سب سے پہلے تو آپ سب لوگ غربت کو ہی اپنے ذہن سے نکال دیں۔آپ لوگ جو یہاں میری باتیں پڑھ رہے ہیں یا کسی سے سُن رہے ہیں،وہ گھر جا کر بے شک ہماری ماؤں بہنوں سے بھی یہی بات کریں کہ غریبی کو اپنے ذہن سے نکال دیں ، وہ کیوں اور کس طرح؟اس ضمن میں آگے بات مکمل کروں گا،دھیان سے پڑھتے جایئے۔

غربت کا خاتمہ کس طرح ممکن ہے:

ابھی اگر آپ کے پاس ایک لاکھ روپے آجائیں تو وہ تھوڑی ہی دیر میں ختم ہو جائیں گے۔اس طرح غربت ختم نہیں ہوگی۔پیسے مل جانے سے انسان امیر نہیں ہو جاتا اور نہ ہی اس کی سوچ بدلتی ہے۔انسان اپنی سوچ کی وجہ سے امیر اور غریب بنتا ہے۔اس لئے اپنے دل اور دماغ میں یہ بٹھائیں کہ ہم نے اپنی غربت ختم کرنی ہے اور اپنی منزل اور زندگی کا مقصد بنالیں کہ یہ کوئی مشکل کام نہیں کامیاب لوگوں کی زندگی کی کہانیاں پڑھیں اور کسی ایک پر عمل کرنا شروع کردیں اور یہ سوچیں کہ یہ آدمی یا عورت اگر یہ کام کر کے امیر ہوسکتا ہے تو میں کیوں نہیں؟ مجھ میں کیا کمی ہے؟اور پھر مستقل مزاجی اور مکمل اعتماد اور خلوص کے ساتھ اپنے کام پر لگ جائیں۔جب تک آپ دماغ سے مفلسی کو ختم نہ کریں آپ کامیاب انسان نہیں بن سکتے۔لٰہذا آج کے بعد یہ سوچنا بند کردیں کہ ہم غریب ہیں۔آپ لوگ امیر ہیں۔اگر آپ کو ان میں کسی ایک بات کی بھی سمجھ آ گئی تو میرا مقصد پورا ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ یہ کوشش قبول کرلے گا۔

اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کی قدر کریں:

آپ غریب نہیں ہیں۔آپ اپنے سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخن تک غور کریں تو آپ کو سمجھ آئے گی کہ ہم سب کتنے امیر ہیں۔ہمیں اپنے آپ کی قدر ہی نہیں ہے۔ہم بے قدرے لوگ ہیں۔جو لوگ میری باتیں پڑھ اور سُن رہے ہیں وہ آج کے بعد اپنی قدر کریں۔ذرا سوچیے،آپ کے اندر کس چیز کی کمی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پوری نہیں کی۔آپ سب کے کان ہیں،ناک ہے،ہونٹ ہیں،آپ سب خوبصورت بھی

ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی کوئی شے بدصورت نہیں ہوسکتی، بس ہمارے زاویہ نگاہ کا فرق اسے بدصورت اور خوبصورت بناتا ہے۔اچھا چلیں، آپ ہی بتائیں کہ آپ میں سے کوئی بدصورت ہے؟ کوئی بھی آپ میں سے بدصورت نہیں ہے۔اگر مونچھوں والوں کی ایک مونچھ گر جائے یا جسم کا کوئی بھی عضو کٹ جائے یا کم ہو تو کتنا بدصورت لگے گا۔دیکھیں اللہ تعالیٰ نے ہم پر کتنا فضل کیا ہوا ہے۔آپ جتنے مرضی پیسے لگا لیں لیکن کبھی بھی دوبارہ یہ ایک نقص ٹھیک نہیں ہوگا۔آج کے بعد آپ نے گھر میں بھی یہی بات کرنی ہے کہ یہ مت سوچیں کہ ہم غریب ہیں۔یہ غربت بس ہمارے دماغوں میں ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اللہ کا شکر ادا کرنے کے فوائد:

آپ علم والوں سے بھی پوچھ لیں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ بندہ پسند ہے جو شکر ادا کرتا ہے۔ہم یہ سوچتے ہی نہیں کہ ہمارے کان، ناک، سب کچھ مکمل اور خوبصورت ہے اور ان سب کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر پاتے نہ ہی ہم غور کرتے ہیں۔نعمتوں کی قدر تب آتی ہے جب اللہ نہ کرے، وہ ہم سے چھن جاتی ہیں۔آج جو لوگ بیٹھے یہ سطور پڑھ رہے ہیں وہ یہ بات لازمی سوچیں۔جب آپ سوچیں گے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوگا اور پھر اللہ تعالیٰ خود ہی آپ کے دماغ میں اچھی اچھی باتیں ڈال دے گا۔

اپنے گھر کی خواتین سے مشورے:

ہمارا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہم لوگ گھر جا کر اپنی ماں، بہن یا بیوی سے بات ہی نہیں کرتے۔ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بس عورتیں ہی تو ہیں، اِن سے بات کرنے کا فائدہ۔اِنہوں نے تو بس گھر ہی رہنا ہے، جھاڑ پونچھ کرنی ہے، کپڑے دھونے ہیں، روٹی

وغیرہ پکانی ہے اور گھر کے دوسرے کام کرنے ہیں، اِن کا گھر سے باہر کا کوئی تجربہ ہی نہیں، لہٰذا اِن سے بات کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں، اِن خواتین سے مختلف امور پر بات چیت کا فائدہ ہوتا ہے، اگر مکمل سیاق وسباق کے ساتھ، سکون سے بیٹھ کر بات کریں تو یقینی فائدہ ہوگا۔ ہم میں سے اکثر احباب کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ اگر بات کرتے بھی ہیں تو عجلت میں، اِدھر دروازے سے اندر داخل ہوئے، بیگ ایک طرف پھینکا، جوتے اتارنے لگے اور کر دی بات شروع۔ یاد رکھیے ایسی بات کا کوئی فائدہ نہیں، یہ نتیجہ خیز بھی نہ ہوگی۔ ہمیشہ سکون سے بیٹھ کر، پس منظر سمجھا کر، اپنا نقطہ نظر سامنے لا کر اپنی بات سمجھایئے، پھر مشورہ طلب کیجیے۔ اس کے دو فائدے ہوں گے، ایک تو آپ کے خیالات کا اظہار کسی اپنے سے ہو جائے گا، دوسرا آپ کو اپنے مسئلہ کا حل بھی مل جائے گا۔ خواتین کو اللہ تعالیٰ نے ایک حس زیادہ دی ہوتی ہے، عین ممکن ہے وہ آپ کی بات کو اپنے نقطہ نظر سے سُن کر کوئی ایسا مشورہ دے دیں، یا کم از کم اشارہ ہی کر دیں جس طرف آپ کا اس سے پہلے دھیان نہ گیا ہو۔

گھر سے باہر عزت کروانے کا طریقہ:

ایک بات مصدقہ ہے کہ جس انسان کی اپنے گھر میں عزت ہوگی لوگ اس کی باہر بھی عزت کریں گے۔ کیونکہ جب آپ کے گھر والے آپ کو آپ کی اچھائی اور اچھے اخلاق کی وجہ سے عزت دیں گے تو آپ کے جسم کی حرکات وسکنات میں وہی لہریں نکلیں گی جو آپ کے رویّہ کو اچھا کریں گی اور آپ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کریں گے۔

مثال کے طور پر ایک ملک کا وزیرِ اعظم کسی بیرونی ملک کے دورے پر جائے تو اس کو اتنی ہی زیادہ عزت ملے گی جتنی اس کے اپنے ملک میں ہوگی اور اس کے ملک کی عوام اس کی قدر کرتی ہوگی اس سے زیادہ باہر کی عوام اس کو عزت واحترام دے گی۔

انسان کے دل و دماغ میں آنے والے مختلف خیالات:

ایک مغربی تحقیق کے مطابق انسان کو چوبیس گھنٹوں میں 7000 خیال آتے ہیں۔ ایک اور تحقیق کے مطابق 24 گھنٹوں میں 65000 خیالات آتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کسی سے باتیں کر رہے ہیں لیکن آپ کا خیال کہیں اور گیا ہوا ہے۔ یاد رکھیے جو بھی مسئلہ یا پریشانی آپ کو درپیش ہوتی ہے، اس کی جڑ آپ کے دل و دماغ میں ہوتی ہے، باہر نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قولِ مُبارک ہے:

''پریشانی خیالات کی وجہ سے ہوتی ہے، حالات کی وجہ سے نہیں''۔

ابھی آپ باہر نکلیں، بازار میں جائیں۔ ہر طرف دیکھیں لوگ اپنے کام میں مصروف ہیں۔ ٹریفک رواں دواں ہے، لوگ آرہے ہیں، جارہے ہیں، غرض ہر بندہ اپنے کام میں مصروف ہے لیکن آپ کے ذہن میں بس ایک ہی بات بیٹھی ہوئی ہے کہ ہم غریب ہیں۔ ہمارے پاس کچھ نہیں، یا وہ سب نہیں جو دوسروں کے پاس ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہم کام کیوں نہیں کرتے یا ہمیں کام کیوں نہیں ملتا

ہم کام کیوں نہیں کرتے ؟ یا ہمیں کام ملتا کیوں نہیں ہے ؟ میں آپ کو ایک چھوٹی سی کہانی سُناتا ہوں جس کو سُن کر آپ کو سمجھ آجائے گی کہ آپ کام کرنا نہیں چاہتے یا آپ سے ہوتا نہیں۔

ایک غریب بچے سے کامیاب آدمی بننے کی روداد:

ایک نو ، دس سال کا بچہ تھا، جس کے والد کا انتقال ہو گیا۔ وہ غریب تھا۔ وہ سکول میں پڑھتا تھا۔ ایک دن سکول سے چھٹی کر کے گھر آیا تو اُس کے گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ ماں نے کہا کہ بیٹا گھر میں کھانے کو کوئی چیز نہیں۔ وہ پریشان ہو کر گھر سے باہر نکل گیا۔ اُس زمانے میں سنیما چلا کرتے تھے۔ بڑوں کو تو پتہ ہے ہی، شاید چھوٹوں کے بھی علم میں ہو۔ عام طور پر تین گھنٹوں کا شو ہوتا تھا۔

وہ غریب بچہ بھی پریشانی اور بھوک کی حالت میں سنیما کی طرف چل پڑا اور رونے لگ گیا۔ اُدھر اتفاق سے اُسے ایک اچھا بندہ مل گیا، اُس نے پیار سے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا کہ بیٹا کیوں رو رہے ہو۔

لڑکے نے کہا کہ گھر میں روٹی نہیں ہے اور مجھے بھوک لگی ہے۔ اُس بندے نے کہا کہ گھر جاؤ، کیا تمھارے گھر میں کوئی برتن ہے، اگر ہاں تو لے آؤ۔

یہ سُن کر وہ بچہ کچھ حیران ہوا، لیکن اس کے باوجود اس شخص کی بات میں کچھ ایسا اثر تھا کہ وہ انکار نہ کر سکا۔ وہ اُسی وقت گھر گیا اور ایک بالٹی لے کر آ گیا۔ اِس کے بعد اُس آدمی نے بچے کو سمجھایا اور کہا کہ تم اس میں پانی بھر لو کیونکہ ابھی سنیما کا شو ختم ہو گا تو

سب لوگ گرمی کی حالت میں باہر نکلیں گے، اُن کو پیاس لگی ہوگی۔ تم اُن کو گلاس پانی پلاتے جانا اور اُن لوگوں سے ایک ایک آنہ لیتے جانا۔ اُس لڑکے نے لوگوں کو پانی پلایا اور یوں پہلے شو کے اختتام پر اُس کے پاس ایک روپیہ اکٹھا ہو گیا۔

پانی گرم تھا۔ اُس بندے نے کہا کہ اس ایک روپے کی برف لے آؤ جب تک دوسرا شو ختم ہو جائے گا۔ اُس لڑکے نے برف ڈالی تو پانی ٹھنڈا ہو گیا۔ جب دوسرا شو ختم ہوا تو لوگوں کو اُس نے ٹھنڈا پانی پلایا، اب کی بار اُس کے پاس چار پانچ روپے اکٹھے ہو گئے۔

رات بارہ بجے تک اُس لڑکے نے تین شو اسی انداز میں گزارے۔ اب اُس کے پاس دس پندرہ روپے جمع ہو چکے تھے۔ رات کو گھر آیا، پہلے تو ماں پریشان ہوئی کہ بیٹا اتنی رات گئے کیوں لوٹا ہے، لیکن جب اس نے انھیں اپنا خریدا ہوا کھانا اور کچھ پیسے دکھائے تو وہ بہت خوش ہوئی۔

اُس روز کے بعد سے اُس لڑکے نے یہی کام شروع کر دیا۔ صبح سکول جایا کرتا اور شام کو سنیما کے باہر پانی بیچا کرتا۔ آہستہ آہستہ اُس نے شربت بیچنا شروع کر دیا۔ شربت کے بعد اُس نے بوتلیں بیچنا شروع کر دیں۔ پھر اُس نے ایک چھوٹا سا کھوکھا بنا لیا اور وہاں کھانے پینے کی دیگر اشیاء کے ساتھ ساتھ کوک، فانٹا، سپرائیٹ وغیرہ کی بوتلیں بھی رکھیں۔ اور آج وہ بندہ ارب پتی ہے۔ پانی کی ایک بالٹی نے اُس کی قسمت ایسی بدلی کہ وہ دولت کے مزے لوٹنے لگا۔ اُس نے اپنے وجود کو دوسروں کے لیے کارآمد بنایا، ان کی پیاس بجھانے کے لیے پانی کی بالٹی اٹھا کر سنیما کے باہر کھڑا رہا، اس کی اجرت لی اور کرتے کرتے امیر کبیر ہو گیا۔ اس نے اس سب کے لیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا استعمال کیا، کسی کی نصیحت کو اپنے کانوں سے سُنا، اپنے قدموں پر چل کر گھر گیا، بالٹی کو ہاتھوں سے پکڑ کر اٹھا لایا، اس میں پانی بھرا جو کہیں سے بھی مفت ہی مل جاتا ہے اور دوسروں کی پیاس بجھانے کا سامان پیدا کیا۔

کام کرنے کی لگن اور چاہ:

آپ میں سے کوئی بندہ اس بچے کی طرح اپنی قسمت کیوں نہیں بدل سکتا۔ بے شک ہر بندہ یہ کام کرسکتا ہے۔ صرف کام کرنے کا ارادہ اور دل چاہیے۔

اِس باب میں دو باتیں آپ کو ذہن نشین کروانے کی کوشش کی گئی ہے، اول یہ کہ غربت کے خیالات جو آپ کے دل و دماغ میں آتے ہیں ان کو دل سے نکال دیں اور سوچیں کہ نہیں یار اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے۔ دوم یہ کہ آپ خوبصورت ہو، آپ کے پاس ناک کان آنکھیں اور ہاتھ پاؤں ہیں۔ یہ سب بھی دولت ہی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی عضو کم ہو جائے تو آپ ڈھیر ساری دولت خرچ کر کے بھی ویسا ایک عضو حاصل نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر کتنا فضل کیا ہوا ہے۔ آپ جتنے مرضی پیسے لگا لیں لیکن کبھی بھی دوبارہ نقص ٹھیک نہیں ہو گا۔ آج کے بعد آپ نے گھر بھی یہی بات کرنی ہے یہ مت سوچیں کہ ہم غریب ہیں۔ غربت ہمارے دماغوں میں ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ آپ بس یہ سوچیں کہ نہیں یار اللہ تعالیٰ نے ہم کو بہت دیا ہے۔ جب آپ یہ سوچیں گے کہ یا اللہ مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔ مجھ میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے تو ان چیزوں کا خود ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر ادا ہو جائے گا۔

اللہ کی نعمتوں کا شکر اور محنت کی ضرورت:

آپ ہر روز سوچیں پاؤں کے ناخن سے لے کر سر کے بالوں تک سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتنی چیزیں مفت میں دے دی ہیں۔ ایک بندہ کہنے لگا میں بڑا غریب ہوں، میں بڑا مفلس ہوں۔ ایک اور بندہ وہاں سے گزرا اُس نے اُس کو پکڑ لیا کہ کیا تم غریب ہو؟

اُس نے کہا جی ہاں میں بڑا غریب ہوں، میں بڑا مفلس ہوں، میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے، میں بھوکا مر رہا ہوں۔ اُس نے کہا کہ اچھا ٹھہرو۔ تم مجھے اپنا ہاتھ دے

دو۔اُس نے کہا میں ہاتھ کیوں دوں؟ بندے نے کہا کہ میں تمہارے ہاتھ کے بدلے تمہیں ایک کروڑ روپیہ دیتا ہوں۔اُس نے کہا میں اپنا ہاتھ نہیں دوں گا۔اُس بندے نے کہا پھر تم غریب کس طرح ہو؟

اُس نے کہا کہ مجھے ایک آنکھ دے دو ایک کروڑ کے بدلے اُس نے کہا میں نہیں دوں گا۔پھر اُس بندے نے کہا کہ پھر تم غریب کس طرح ہو؟

احساسِ کہتری کا شکار ہونا غلط ہے:

اگلی بات، کہ ہم غریب خاندان سے ہیں۔ہم میں سے اکثر کو اس بات پر شرم بھی بہت آتی ہے۔ادھر سب سے زیادہ کون سی برادری ہے؟ جو بھی برادری ہو، آپ کبھی ان کے گھر جا کے دیکھیں تو اُن کا بھی ہم جیسا حال ہے۔جس طرح ہمارے گھر میں ہماری عورتیں ہانڈی روٹی پکاتی ہیں۔کبھی نمک نہیں، کبھی مرچ نہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہی سب کچھ اُن کے گھر بھی ہوگا۔کسی بشر کو بھی کسی دوسرے سے کوئی برتری حاصل نہیں ہے اس لئے کسی احساسِ کہتری کا شکار ہونا غلط ہے۔جو حسد، لڑائی یا کمزوریاں غریب خاندان میں ہیں امیر لوگوں میں بھی وہی ہیں۔

کاروبار کے معاملے میں رہنمائی اور حوصلہ افزائی

اگر آپ سب کاروبار کرنا چاہتے ہیں تو کر سکتے ہیں۔ آپ کو مثال دی ہے اُس لڑکے کی اب میں آپ کو ایک اور مثال دیتا ہوں۔

سات بیٹیوں کی مشکلات سے لڑنے کی کہانی:

ایک بندہ تھا وہ فوج میں سپاہی بھرتی ہوا۔ آپ کو پتہ ہے کہ سپاہی کے بعد حوالدار بنتا ہے اور اُس کے بعد صوبیدار بنتا ہے۔ وہ بھی صوبیدار بن کے ریٹائر ہو گیا۔ اُس کی سات بیٹیاں تھیں اور بیٹا کوئی بھی نہیں تھا۔ اُسکی بیٹیاں سکول جاتی تھیں جب وہ ریٹائر ہوا تو اُس کی ایک بیٹی نے ایم اے پاس کر لیا اور دوسری بیٹیاں بھی کوئی 14 ویں جماعت میں تو کوئی 12 ویں جماعت میں پڑھ رہی تھیں، اُس نے ایک سیاسی جماعت میں حصہ لے لیا اور الیکشن میں کھڑا ہو گیا، مخالف پارٹی کے ساتھ لڑائی ہو گئی اور وہ جیل چلا گیا۔ جو پیسے فوج سے لے کر آیا تھا وہ لگا بیٹھا اور پھر گھر کے حالات کمزور ہو گئے۔ ماں اور بیٹیاں پریشان ہو گئیں کہ اب ہم کس طرح کھائیں کمائیں۔ وہ بچی جدھر بھی نوکری کے لئے گئی انکار ہی ملا۔ ہزار کوشش کی لیکن نوکری نہیں ملی۔ ایک دن وہ پریشانی کی حالت میں واپس آ رہی تھی بازار سے گزر رہی تھی اُس نے دیکھا کہ چھوٹے بچے کاغذ اور گتے اُٹھا کر بوری میں ڈال رہے ہیں۔ وہ اُن کے پیچھے پیچھے چل پڑی کہ یہ ان کاغذ اور گتوں کا کیا کرتے ہیں۔ وہ ان کے پیچھے چلتی گئی۔ اُن بچوں نے کاغذ اور گتوں سے بوری بھر لی اور ایک دکان والے کے پاس چلے گئے۔ انہوں نے وہ بوری اُس دکان والے کو دی اور اُن کو سو سو روپے مل گئے۔ اُس لڑکی نے سوچا کہ ان لڑکوں نے 100, 100 روپے کما لیے میں ادھر نوکری کے لئے پھر رہی ہوں۔ اس نے گھر آ کر اپنی ماں

سے بات کی کہ میں نے اس طرح بچوں کو دیکھا ہے کہ وہ کاغذ اور گتے اُٹھا کر بیچتے ہیں اور اُن کا 150 ,100 روپیہ بن جاتا ہے۔ ہم بھی سات بہنیں ہیں۔ یہ میرے ساتھ چلیں ہم بھی کل سے یہی کام کریں گے۔ اُن سات بہنوں نے یہ کام شروع کر دیا۔ اور شام کو 700 ,500 روپے کما لیتی تھیں۔ وہ یہی کام کرنے لگ گئیں۔

جس لڑکی نے یہ کام شروع کیا تھا آج وہ امیر ترین عورت ہے۔ اس کے اب جہاز چلتے ہیں۔ اور اسی کے کاغذ اور گتے کے کارخانے امریکہ اور چین تک چلتے ہیں۔

کوئی بھی کام چھوٹا یا بڑا نہیں ہوتا:

آپ لوگ یہ نہ دیکھا کریں کہ کام بڑا ہے یا چھوٹا۔ کسی بھی کام کی شروعات ہمیشہ چھوٹے پیمانے سے ہی ہوتی ہے۔ کام اگر محنت اور لگن سے کیا جائے تو وہی کام بڑے پیمانے پر پھیل جاتا ہے۔ کام بہت ہیں، آپ لوگ صرف کام کرنے والے بنیں۔ آپ سب سفر کرتے رہتے ہوں گے۔ آپ نے دیکھا ہوگا، سڑک کے کنارے ایک بندہ امرود کا ٹھیلا لگا کر بیٹھا ہے۔ بالکل جنگل بیابان ہے۔ کاروں والے بریک لگا تے ہیں اور اُس سے خرید کر چلے جاتے ہیں۔ وہ جنگل میں یہ کام کر رہا ہے۔ اب کوئی یہ کام کرنا چاہے تو تب ہی ممکن ہے۔

انسان کے حالات اور خیالات

چھوٹی بڑی خواہشات:

چھوٹی چھوٹی خواہشات ایسی ہیں اور بڑی بڑی سوچیں ایسی ہیں۔ہم سوچتے ہیں لیکن ایک خاص حد تک اور اُس کے بعد مایوس ہو جاتے ہیں اور پھر سوچنا چھوڑ دیتے ہیں۔بچیوں کا تو بہت ہی مسئلہ ہے۔آپ بچیاں کوئی بھی کام شروع کرنے سے پہلے امّی کو اور پھر ابّو کو راضی کرتی ہیں، جب یہ دونوں راضی ہو جاتے ہیں تو باقی بھائی بہن آجاتے ہیں کہ نہیں ہم نے اسے یہ کام نہیں کرنے دینا یا سکول نہیں جانے دینا۔وہاں سے بات آگے بڑھتی ہے تو باقی رشتہ دار ماموں، چاچو، کزن وغیرہ آجاتے ہیں۔وہاں سے بھی مسئلہ حل ہو جائے تو اگر کسی کا منگیتر ہو تو اس کی غیرت جاگ جاتی ہے۔ لہٰذا بچیوں کے مسئلے ہی مسئلے ہیں۔اس کا حل صرف آپ کی ہمت اور کردار کی پختگی اور والدین کا آپ پر اعتماد ہونا چاہیئے، جو آپ ہی کروا سکتی ہیں۔اس کے لئے آپ کے اندر جذبہ، ہمّت اور مستقل مزاجی ہونی چاہیئے۔

خوف کی حقیقت:

آج کے بعد آپ ایک چیز نوٹ کریں کہ زیادہ خوف ہم سب نے خود ہی پالے ہوئے ہیں۔اُس میں، میں بھی شامل ہوں۔ہر وقت یہ سوچنا کہ یہ رکاوٹ آجائے گی۔جب کہ نئی نئی تحقیقات بھی آرہی ہیں۔میں پڑھ بھی رہا ہوں اور غور و فکر بھی کر رہا ہوں کہ جس طرح ہم اُٹھتے بیٹھتے سوچتے ہیں ویسے ہی آگے حالات ہوتے جاتے ہیں۔

جس طرح ہماری سوچ بدلتی ہے ویسے ہی ہمارے گھر اور گلی محلے بھی بدل جاتے ہیں۔

انسانوں میں پائے جانے والے خوف:

چھوٹے چھوٹے خوف کہ میں فیل نہ ہو جاؤں۔ میرے ہمسائے یا میری برادری والے کیا کہیں گے۔ اگر اچھا کھانا کھائیں گے یا کوئی خوشی کا موقع آئے چھوٹا یا بڑا فنکشن کرنا چاہیں تو کھل کر نہیں کرتے ڈرتے ڈرتے کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ برادری میں فلاں فلاں ناراض ہے یا ہو جائے گا۔

دوسرا خوف یہ کہ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق دیا ہے کہیں چوری نہ ہو جائے کہیں میں پھر سے غریب نہ ہو جاؤں یا میرا کاروبار خراب نہ ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔

مرنے کا خوف:

ہر بندے میں میرے سمیت ڈھیر سارے خوف ہیں موت کا خوف تو ہے ہی کہ ایک دن مر جانا ہے۔ لیکن بندہ پرواہ نہیں کرتا کہ یار ایک دن تو مرنا ہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ اس کے علاوہ ڈھیر سارے خوف جنہوں نے ہمیں جکڑا ہوا ہے۔

برادری اور ذات کا خوف:

سب سے پہلے جو خوف ہے وہ یہ کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ میں کون ہوں ہر ایک کو یہ خوف کہ میرے ہمسائے کیا کہیں گے۔ میرے دوست کیا کہیں گے۔

کاروبار کا خوف:

یہ جو میں نے روٹین بنالی ہے گاڑی، گھر، کاروبار بنالیا ہے کہیں ڈوب نہ جائے ہر وقت یہ خوف ہے۔

دیگر بہت سارے خوف جو عام زندگی کا حصہ ہیں:

جاتے ہوئے کہیں میرا چالان نہ ہو جائے یہ بھی خوف ہے۔ ایکسیڈنٹ نہ ہو جائے، ابھی جانا ہے بارش نہ ہو جائے، بچوں کی فیس دینی ہے، گھر کا خرچہ چلانا ہے ہر وقت یہ خوف ہے۔ یہ خوف ہمیں ترقی نہیں کرنے دیتے۔

خوف ختم کرنے کا طریقہ:

ہمارے خوف صرف ہمارے اپنے پیدا کردہ ہوتے ہیں۔ پہلا خوف برادری کا یا دُنیا کا کہ یہ کیا کہیں گے یاد رکھیں آج تک دُنیا کو %100 راضی کوئی نہیں کر سکا۔ آپ کچھ بھی کر لیں دنیا نے بات کرنی ہی کرنی ہے۔ لہٰذا دُنیا کو چھوڑیں اور اچھا کام آپ کرنا چاہتے ہیں کرتے جائیں باقی اللہ پر چھوڑ دیں۔ صرف اُس بندے کو خوف نہیں ہوتا جو اُٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا سادہ طریقہ یہ ہے کہ مجھ سے کسی بھی انسان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ پھر کوئی ڈر نہیں۔ جس نے رزق کمایا ہے وہ ڈرتا ہے کہ میں کہیں دوبارہ غریب نہ ہو جاؤں۔ مجھ سے چھن نہ جائے کوئی چور ڈاکو نہ پڑ جائے۔ اس کے لئے بڑی آسان سی بات ہے۔ جس بندے نے جو رزق جس طرح کمایا ہے وہ اُس طرح ہی جائے گا۔ جس نے اپنا رزق ہیرا پھیری سے کمایا ہو گا وہ اپنی زندگی میں ہی سب کچھ کھو بیٹھے گا۔ لٹ جائے گا یا نقصان ہو جائے گا۔ اور جس نے حلال کمایا ہے اُس کو کوئی ڈر نہیں ہو گا۔ اُس کا رزق کبھی ختم نہیں ہو گا۔

لہٰذا اس خوف سے نجات کے لئے اپنے آپ کو سمجھائیں اور کسی کے ساتھ ظلم زیادتی جھوٹ اور غلط بیانی نہ کریں بیشک اللہ ہی برکت ڈالے گا۔

خیالات کا معاشرے میں دخل:

خیالات انسان کے لئے بہت اہم ہیں۔ آپ کوئی بھی کام کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے آپ کو خیال آتا ہے۔ اُس میں کچھ خیالات چلے جاتے ہیں اور کچھ

خیالات رُک جاتے ہیں۔ ہمارا جو سب سے بڑا مسئلہ ہے وہی ہمارے معاشرے کا بھی ہے اُس میں سب سے پہلے جھوٹ، اُس کے بعد حسد، چغلی، منافقت اور پھر آگے بے حساب باتیں انہی سے نکلتی ہیں۔

لڑکیوں کے خیالات اور مسائل:

آپ سب کے دل میں ایک خیال آتا ہوگا کہ اگر ہم عالمہ فاضلہ بن رہی ہیں اس کو پڑھ کر کیا کریں گی۔ اگر دل کرے میں ٹیچر لگ جاؤں گی تو مجھے تو کسی نے لگنے ہی نہیں دینا۔ سب سے پہلے اپنے گھر والوں کا مسئلہ ہوتا ہے کہ وہ مانیں گے کہ نہیں پھر اگر وہ مان جائیں تو خیال آتا ہے کہ میرے سسرال والے یا میرا شوہر میرا ساتھ دے گا یا نہیں کہ میں کوئی نوکری کرلوں۔ یہ خیال سب بچیوں کو آتے ہوں گے۔

خیالات سے چھٹکارہ اور مسائل کا حل:

آپ کا ان خیالات میں سے خود کو نکالنا بڑی ہمت ہوگی۔ ایک تو یہ کریں جو بھی اچھا خیال آئے اُس کو بار بار لائیں اور اس کو اپنی کاپی یا ڈائری پر لکھ لیں۔ مجھے بھی بہت سے خیالات آتے ہیں لیکن میں لکھتا نہیں ہوں اور اگر کوئی بات لکھی ہے تو اُس پر میں عمل کر کے کامیاب ہوگیا ہوں۔ اگر آپ اپنے پاس خاص ڈائری بنالیں تو پھر جو خیال آپ کو اچھا آتا ہے اُس کو لکھ لیا کریں اور پھر کبھی آپ پڑھیں ایک دن بعد یا مہینے بعد یا ایک سال بعد بھی اگر آپ پڑھیں اُس ڈائری کو تو آپ خود حیران رہ جائیں گے کہ مجھے یہ خیال آیا تھا اس پر میں نے کتنا عمل کیا ہے، اور کتنا کامیاب ہوا۔

انفرادیت کی اہمیت:

دوسرا یہ کہ ہر شخص انفرادی ہوتا ہے اکیلا۔ انفرادی طور پر ہم بڑے ہی کام کر سکتے ہیں، اگر ذہن سے یہ خوف نکال دیں تو کچھ کام ایسے ہیں جن کو ہم کرنے سے

ڈرتے ہیں۔ لیکن جب ہم وہ کام کرلیں تو سب اچھا ہو جاتا ہے مثلاً بچیوں کی مثال دیتا ہوں کہ جب آپ گھر جاتی ہیں اور اعلان کرتی ہیں کھانے کے ٹائم پہ کہ آج کے بعد ہم نے گھر میں گند نہیں پڑنے دینا۔ ہم نے گھر میں ہر چیز کو صفائی سے رکھنا ہے۔ پہلے تو سب کو یہ بات عجیب لگے گی لیکن آپ محنت کرتی رہیں گی تو کامیاب ہو جائیں گی۔ اِنشاء اللہ۔ گھر میں سب کو کہہ دیں کہ جو بیت الخلاء میں سے نکلے گا وہ صفائی کر کے نکلے گا سب کو یہ بات عجیب لگے گی کہ یہ کیا کہہ رہی ہے۔ لیکن آپ دو چار دفعہ کہیں گی کہ کوئی باہر سے مہمان آجاتے ہیں تو وہ کیا کہیں گے کہ یہ کتنے گندے لوگ ہیں ان کے گھر میں کچن اور باتھ روم میں بھی صفائی نہیں ہے۔

اپنی بات پر پہلے خود عمل کرنا:

اس کے لئے آپ نے کرنا کیا ہوتا ہے کہ سب سے پہلے بندے کو خود کو پیش کرنا پڑتا ہے کہ پہلے خود سارے گھر اور اپنے کمرے اور کچن وغیرہ کی صفائی کرنی پڑتی ہے۔ آپ یہ سوچتی ہیں کہ ہم پڑھ لکھ کر ٹیچر کیسے لگ سکتی ہیں؟ ہمیں تو کوئی لگنے نہیں دے گا۔ آپ کو یہ رُکاوٹیں لازمی پیش آئیں گی۔ آپ خود صفائی کرنے میں پہل کریں گی تو سارے گھر والے آہستہ آہستہ ساتھ دینا شروع ہو جائیں گے۔

خود کو ثابت کرنا اور اپنے اندر اعتماد پیدا کرنا

لوگوں کو متاثر کرنا:

آپ کو اپنے اندر اتنا اعتماد پیدا کرنا ہے جو دوسروں کو بھی متاثر کرے۔ آپ اپنے آپ کو ثابت کریں کہ مجھ میں اتنی ہمت ہے، اتنی بہادری ہے کہ میں اکیلی جی سکتی ہوں اور میں اپنے گھر والوں کی عزت پر کوئی بات نہیں آنے دوں گی۔ جہاں آپ لوگ پڑھتی ہوں گی جو ٹیچرز آپ کو پڑھاتی ہیں، آپ اپنی اُن ٹیچرز کی مثالیں دیں کہ دیکھیں وہ کتنا اچھا کام کر رہی ہیں اور اُن کی عزت بھی ہے۔

مستقل مزاجی سے اپنے موقف پر ڈٹے رہنا:

آپ اپنے گھر میں سب سے پہلے اُس کو اپنی بات سمجھائیں جس سے آپ کو اُمید ہے کہ میری بات کو جلدی سمجھ لے گا۔ اس کے لئے مستقل مزاجی بہت ضروری ہے۔ آپ نے جو ارادہ کیا ہے اُس کو پورا بھی کرنا ہے۔ مستقل اُسی کام کے لئے محنت کرتی رہیں۔ یہ نہ ہو کہ آپ نے ارادہ کیا اور دو تین دن اس پر کام کیا اور پھر کسی کی بھی باتوں کی وجہ سے وہ کام چھوڑ دیا اور ہمت ہار دی۔ اس طرح آپ بالکل نہ کریں۔

ہمت کبھی نہ ہاریں:

ہمیشہ کوشش کرتی رہیں۔ ہمت کریں کبھی بھی ہمت نہ ہاریں۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر کریں اور ارادہ کریں کوئی مقصد بنالیں، کوئی آئیڈیل بنالیں کہ ہم نے اُس انسان کی طرح آگے بڑھنا ہے اور انشاء اللہ اُس سے بھی آگے جانا ہے۔ ابھی اگر آپ لو

گ ہمت کریں گی تو کل کو آپ کے بچے ہی بڑے افسر بنیں گے۔ اگر آپ آج سے ہی یہ سوچ بنا لیتی ہیں کہ ہم نے ہر حال میں اپنے بچوں کو بڑا افسر بنانا ہے اس کے لئے آپ کو مسلسل محنت کرنی پڑے گی۔ آپ نے دنیا سے بھی بچنا ہے اور لوگوں کے حسد سے بھی بچنا ہے۔

کچھ نصیحتیں جو کردار کو مضبوط بناتی ہیں:

آپ اپنی سوچوں کو مثبت اور مضبوط رکھیں۔ اگر آپ اپنے خاندان میں اپنے کردار کو اچھا پیش کرتی ہیں تو سب آپ کے ساتھ ہوں گے۔ کردار میں بہت سی چیزیں آجاتی ہیں کہ آپ ہر ایک کے ساتھ اچھے طریقے سے بات کریں ہر ایک کے کام آئیں۔ اپنے جذبات اور خیالات پر قابو رکھیں۔ ہر ایک کا کہنا مانیں یعنی اگر آپ کا بھائی کہے کہ میرے کپڑے استری کر دو، آپ کی بہن کہے کہ میں آج کچھ نہ کروں اور ماں کی خواہش ہو کہ سارے برتن صاف ہوں، باپ کی خواہش ہے کہ میں نے کہیں جانا ہے، میرے جوتے صاف ہوں، آپ ان سب کے یہ کام کر دیتی ہیں تو یہ سب باتیں آپ کے کردار میں آجاتی ہیں۔ میں نے یہ ثابت کرنا ہے کہ میں واقعی اس قابل ہوں اور میں ہر کام کر سکتی ہوں۔ اگر آپ کو کوئی منفی خیال آتا ہے تو اُس کو فوراً دل سے نکال دیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی ہمت دی ہے۔ اگر آپ یہ نہ کر سکیں تو کل کو آپ کی اولاد ایسا کر کے دکھائے گی، اگر وہ بھی نہ کر سکی تو لازماً آپ کی اگلی نسل کرے گی لیکن آج آپ کوشش کریں گی تو وہ کامیاب ہوں گے۔ آپ بس ہمت اور محنت کرتی جائیں انشاءاللہ آپ کی نسل سنور جائے گی۔

محنت کا صلہ ضرور ملتا ہے

پریشانی کیا ہے؟

کتنے واقعات ہیں بزرگوں کے ،غیر مسلموں کے ، ہمارے ولی اللہ کے ، ہمارے عام لوگوں کے کہ وہ پریشان حال گھر سے نکلے تھےاور پریشانی کیا تھی کہ میرے گھر میں فلاں چیز نہیں ہے یا ہمارے گھر میں کوئی مسئلہ ہے۔ جب وہ باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ باہر کتنے ہی معذور لوگ ہیں جو محنت کیے جا رہے ہیں۔کوئی ریڑھی چلا رہا ہے کوئی کچھ کر رہا ہے تو کوئی کچھ لیکن سب ہی محنت کر رہے ہیں۔ایک بندہ صحت مند جو گھر سے نکلا ہے کہ میرے گھر میں فلاں مسئلہ ہے میں کیا کروں؟ ایک دم سے اُسے خیا ل آیا کہ میں تو ایک صحت مند بندہ ہوں اور کچھ نہیں کر رہا لیکن یہ ایک معذور بندہ اتنی محنت کر رہا ہے۔ میں اللہ کا کتنا ناشکرا بندہ ہوں۔اُسی وقت اُس بندے نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور محنت کرنا شروع کر دی۔

محنت کا پھل پانے کی ایک مثال:

اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں مسلم اور غیر مسلموں کے۔اور پھر ایک دم ہی اُن کی زندگی بدل گئی۔ان لوگوں نے دُنیا میں اپنا نام پیدا کر دیا۔ کتنے ہی لوگ ہیں اُن کا کاروبار بند ہوا۔ایک بندہ تھا اُس کی کریانے کی دُکان تھی ،کریانے کی دُکان میں اُس کو نقصان ہو گیا تو اسی پریشانی میں اُس کی دُکان ختم ہو گئی۔قرضہ چڑھ گیا اُس پر اُس نے قرضہ اُتارنے کیلئے لوگوں سے پیسے مانگے۔ پھر اُس نے ایک معذور بندے کو دیکھا جو ریڑھی چلا رہا تھا اُس بندے نے اُس کو دیکھا کہ یہ معذور ہو کر اتنی محنت کر سکتا ہے تو

میں کیوں نہیں پھر اُس بندے نے دوبارہ سے ہر چیز شروع کی ہر طرح سے محنت کی اور وہ ایک کامیاب کاروباری انسان بن گیا۔ اس طرح کتنی ہی لڑکیاں جن کو گھر سے کچھ نہیں ملتا اور پھر وہ محنت کر کے آج سارے کا سارا گھر چلا رہی ہیں۔

محنت کرنے والوں کی حوصلہ افزائی:

آپ لوگوں میں کیا کمی ہے؟ آپ لوگوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔ سب لوگوں کو ہر کام سے ایک نیا علم حاصل ہوتا ہے اور ایک نئی سوچ جنم لیتی ہے۔ آپ لوگ آپس میں مقابلہ کریں کہ اگر یہ زیادہ نمبر لے سکتی ہے تو میں کیوں نہیں۔ آپس میں حسد نہ کریں رشک کریں کہ اگر یہ کوئی کام کر سکتی ہے تو میں کیوں نہیں وہ کام کر سکتی۔

نمبروں کی گیم اور علم کی فضیلت

ایک دوسرے سے نمبر لے جانے کا طریقہ:

ساری دُنیا میں صرف نمبروں کی گیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جو زیادہ اچھے کام کرے گا اور جو زیادہ سجدے کرے گا اُس کے زیادہ نمبر بنیں گے۔ دُنیا میں بھی یہی ہوتا ہے کہ گھر میں والدین اور سکول میں ٹیچر کے سامنے، ہر جگہ محنت زیادہ کروں تا کہ میرے زیادہ نمبر بن سکیں۔ اگر آپ کسی کی مدد کرتے ہیں تو آپ سے اللہ بھی راضی ہوگا اور آپ کے دل کو بھی سکون ملے گا۔

علم پھیلانے سے بڑھتا ہے:

آپ بے شک اپنے اساتذہ سے پوچھ لیں کہ ان کا علم پڑھانے سے بڑھتا ہی ہے۔

حضور پاک ﷺ نے فرمایا:۔

"کہ علم ایک ایسی دولت ہے جو بتانے سے بڑھتی ہے۔"

اور اگر دولت ویسے خرچ کی جائے تو ختم ہوتی ہے۔ لیکن اگر اللہ کی راہ میں خرچ کی جائے تو بڑھتی ہے۔ آپ سارے مذہب پڑھ لیں، سارے فرقے پڑھ لیں۔ جو بچیاں کہیں بھی پڑھنے جاتی ہیں یہ ایک عبادت ہے۔ آپ جتنی دیر پڑھتی ہیں یا گھر جا رہی ہیں اللہ نہ کرے کہ کوئی حادثہ ہو جاتا ہے اور آپ مر جائیں تو شہید کہلائیں گی۔ اب علم قرآن مجید کا بھی ہے، احادیث کا بھی اور ویسے کلاس میں جو پڑھتی ہیں وہ بھی علم ہی ہے۔ جو آپ یہ کورس کر رہی ہیں یہ سب بھی علم ہی ہے۔

تعلیم کی اہمیت دین کے اعتبار سے:

جنگ بدر تو آپ نے پڑھی ہوگی۔اس میں جب مسلمانوں نے قیدی پکڑے تو کفار کہنے لگے کہ ہم سے پیسے لے لیں اور ہمارے قیدیوں کو چھوڑ دیں۔لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو قیدی پڑھے لکھے ہیں وہ مسلمان بچوں کو تعلیم دیں ہم اُن کو چھوڑ دیں گے۔ وہ کافر تھے۔انہوں نے تعلیم قرآن مجید کی نہیں دینی تھی اور نہ اُن کو قرآن مجید آتا تھا اور نہ اُس وقت قرآن مجید پورا نازل ہوا تھا۔انہوں نے تعلیم کون سی دینی تھی۔ یہ جو آپ پڑھ رہے ہیں وہ یہ علم تھا۔اس علم کی دیکھیں کتنی قدر ہے کہ آپ ﷺ اُن کفار کے ساتھ کچھ بھی کر سکتے تھے لیکن آپ ﷺ نے کہا کہ ہمارے بچوں کو تعلیم دیں تو ہم آپ کو آزاد کر دیں گے۔یہاں سے آپ خود اندازہ لگائیں کہ تعلیم کی کتنی اہمیت ہے۔

مالِ غنیمت:

حضور پاک ﷺ کی ایک بیوی کا نام حضرت جویریہؓ تھا۔وہ ایک قبیلے کے سردار کی بیٹی تھیں ان کا قبیلہ جب مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں ہار گیا تو وہ مال غنیمت میں آ گئیں۔

> ''مال غنیمت کا تو آپ کو پتہ ہوگا کہ جب جنگ ہوتی ہے تو دشمن
> مال چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں چاہے وہ عورتیں ہوں یا مال ہو وہ
> سب مال غنیمت ہی ہوتا ہے۔''

حضرت جویریہؓ ایک مسلمان سپاہی کے حصے میں آئیں تو انہوں نے کہا میں قبیلے کے سردار کی بیٹی ہوں اور میرا منگیتر بھی بہت امیر ہے لہٰذا مجھ سے حضور پاک ﷺ شادی کریں میں اپنے منگیتر کو پیسے دے دوں گی کہ وہ مجھے آزاد کر دے۔میں کسی سپاہی سے شادی نہیں کرنا چاہتی اور پھر اللہ کا حکم تھا۔لہٰذا اس طرح حضرت جویریہؓ کی آپ ﷺ سے شادی ہوئی تھی تو بات کہاں سے کہاں چلی گئی۔اصل

بتانے والی بات یہ تھی کہ اگر مال غنیمت میں بھی آپ ﷺ کو موقع ملا تو آپ ﷺ نے تعلیم پر زور دیا۔

اللہ سے شکوے! ہم میں سے بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ سے بھی راضی نہیں ہیں۔کئی لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دیا کیا ہے۔وہ لوگ بہت ناشکرے ہیں اللہ کی نعمتوں کا شکر کرنے کی بجائے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا دیا ہے۔اور آپ نے کئی بندوں سے سُنا ہوگا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دیا کیا ہے ہمیں اگر اللہ سے اپنا تعلق مظبوط بنانا ہے تو ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا ہوگا، کیونکہ اللہ ناشکرے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

نیکی کے کام میں اللہ کی رضا:

اب آپ کو یہ ڈر خوف ہے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ تو ہم سے آگے جارہے ہیں لڑائی کروائیں یا پرچہ کروائیں۔آپ نے نہ الیکشن لڑنا ہے اور نہ کسی سے ووٹ مانگنا ہے۔اگر آپ الیکشن لڑو گے تو پھر پیسہ بھی چاہیے اور پھر لڑائی بھی ہوگی۔آپ ایک نیکی کا کام کریں تو اللہ تعالیٰ بھی آپ کے گھر میں برکت ڈالے گا۔سب سے پہلے تعلیم کی کمی ہے۔

تعلیم وقت کی ضرورت ہے:

سکول کھولا جا سکتا ہے۔بس وہاں صرف ایک پڑھی لکھی اُستانی یا اُستاد چاہیے۔جس کو معقول تنخواہ دی جائے۔بچے یہاں آجائیں اور پڑھائی شروع ہو جائے گی۔کچھ ہم امداد کریں اور کچھ آپ 20,50,100 روپے دیتے جائیں تو ٹیچر کی فیس پوری ہو جائے گی۔میں نے یہ کام شروع کیا تھا اب میرے پاس ایک ہزار بچی پڑھ رہی ہے۔خود ہی اللہ تعالیٰ مجھے دے رہا ہے اور میں آگے تنخواہیں دیے جا رہا ہوں اور سکول اور مدرسے چل رہے ہیں۔

دنیااور آخرت کی کامیابی

دنیااور آخرت کوساتھ لے کر چلنے کی ضرورت:

میرا مقصد آپ کو نیکی کے کام پر لگانا ہے، آپ کو کام سکھانا، آپ کو تعلیم دلوانا کیونکہ آخرت بھی سنور جائے اور دُنیا بھی اور ہر وقت کی فکر کہ ہم غریب ہیں۔ اس خوف کو خود دور کرنا ہے۔ ہم کچھ کر کے اگر فوت بھی ہو گئے تو اگلی نسل تو کم از کم کچھ بہتر ہو جائے گی۔ مجھ سے یا آپ سے کوئی پوچھے کہ اتنا کام کس کے لئے کر رہے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اولاد کے لئے۔ اگر ان کو روٹی کے ساتھ ساتھ تعلیم بھی دلوائی جائے تو ان کی اور ہماری زندگی اور آخرت دونوں ہی سنور جائے گی۔ آپ کو پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یہ دُعا پسند ہے (رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنيا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةوَقِنَا عَذَابَ النَّارِ) ترجمہ! ''پروردگار ہمیں دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخشیو اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو''۔ صرف مولوی بھی بن جائیں تو پھر بھی کام نہیں ہوگا اور اگر صرف دُنیا دار بن جا ئیں تو پھر بھی کام نہیں چلے گا۔ دونوں کاموں کو ساتھ ساتھ لے کر چلنا چاہیے۔ کیونکہ اب وقت بہت کم ہے۔

بڑے سے بڑے لوگ بھی ہماری طرح انسان ہیں:

آپ کو دو باتیں سمجھائی تھیں کہ غریب کے نام سے مت ڈریں سب کا یہی

حال ہے جو آپ کھاتے وہی وہ لوگ کھاتے ہیں۔آپ کو جو خیال آتے ہیں یقین کریں وہی خیال بلاول بھٹو اور نواز شریف کو بھی آتے ہیں کہ کاش ہمارے پاس ایک ارب اور آجائے۔آپ لوگ بھی دال روٹی کھاتے ہیں، میرے پاس پیسے آگئے لیکن میں نے پھر بھی صرف سوکھی سبزی ہی کھانی ہے کیونکہ اور کوئی چیز کھانے سے بیمار نہ ہو جاؤں۔تو سب کا یہی حال ہے۔آپ لوگ اس حساب سے اللہ کا شکر ادا کریں۔

عورت کی زندگی شادی کے بعد:

ذرا بھی وقت ضائع نہ کریں۔نہ یہ عمر واپس آنی ہے اور نہ یہ وقت واپس آنا ہے۔جب شادی ہو جاتی ہے جب آپ قبول ہے کہہ دیتی ہیں تو عورت کی پوری زندگی ہی بدل جاتی ہے۔بہت پڑھی لکھی عورتیں بھی جب شادی کر لیتی ہیں تو وہ زیرو ہو جاتی ہیں۔ساری عورتوں کا HOUSEWIFE کا مسئلہ ہوتا ہے۔مہربانی کر کے اپنا ذہن بنائیں ہم نے صرف تعلیم حاصل کرنی ہے۔ٹیچرز سے سوال کر کر کے علم حاصل کرنا ہے آپ نے۔اور ایک دوسرے سے بڑھ کے ہم نے آگے جانا ہے۔آپ نے اپنے خاندان کو بنانا ہے۔آپ نے کل کو اپنے بچوں کو پڑھانا ہے۔آپ اپنے دل کو سمجھائیں۔

نفس پر کنٹرول:

نفس کی قرآن مجید میں چھ قسمیں آتی ہیں۔

نفس الامارہ (برائی پر اُبھارنے والا نفس)

نفس اللوامہ (بُرائی کے ارتکاب پر ضمیر کو ملامت کرنے والا نفس)

نفس الملہمہ (خیر و شر میں تمیز کرنے والا نفس)

نفس المطمئنہ، نفس الراضیہ، نفس المرضیہ۔جن کا بہت کم لوگوں کو علم ہے۔

یہی تو نفس پر کنٹرول ہے۔آپ نے زیادہ تر سُنا ہوگا کہ نفس پر کنٹرول۔ ہمارا نفس کے بارے میں یہ خیال جاتا ہے کہ لڑکا اور لڑکی اپنے نفس کو کنٹرول کریں۔لیکن اسکے علاوہ ہزاروں خواہشیں ہیں۔یعنی اگر میرا دل پکوڑے کھانے کو کر رہا ہے اور اگر میں نہ کھاؤں تو یہ نفس پر کنٹرول ہے۔میرا دل بوتل پینے کو کر رہا ہے،اور اگر میں نہ پیوں تو یہ نفس پر کنٹرول ہے۔اس طرح جو بھی اچھی خواہشات ہیں اُن کو ابھاریں اور جو بُری خواہشات ہیں ان کو کنٹرول کریں۔آپ اپنے نفس کو کنٹرول کریں۔

زندگی کے ابتدائی 40 سال

ہر انسان کی زندگی کی کہانی:

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو پندرہ ،اٹھارہ سال تو پتہ ہی نہیں چلتا۔بچپن ہوتا ہے۔اگر خوش قسمت ہو تو سکول چلا جاتا ہے۔تو اُس کو پھر سکول کی فکر ہوتی ہے اور سکول نہ جائے تو مزدور یا آوارہ بن جاتا ہے۔پھر بھی اٹھارہ سال تک اُس کو سمجھ نہیں ہوتی۔جب تھوڑی سی سمجھ آتی ہے۔زندگی کے تین چار مراحل ہیں مثلاً بندہ 20 سال کی عمر تک خوبصورت ہوسکتا ہے آپ 20 سال تک خوبصورت بننے کے لئے کوشش کرتے رہیں، کھانے پینے اور صحت اور خوبصورت ہونے کے لئے اپنے آپ کو ٹائم دیں محنت کریں آپ خوبصورت ہو جائیں گے،لیکن اس کے بعد نہیں۔

دوسرا مرحلہ 30 سال تک آپ طاقتور ہو سکتے ہیں آپ ورزش کریں، کھانا وغیرہ خوب کھائیں آپ جتنی طاقت چاہیں بنالیں آپ دیکھیں جو پہلوان ریسلرز وغیرہ 30 سال کی عمر تک اپنے آپ کو پہلوان بنالیتے ہیں پھر اُس کو برقرار رکھتے ہیں۔اس کے بعد آپ جو چاہیں کرلیں۔جو عمر ہوتی ہے اٹھارہ سال سے 25 سال تک یا تیس سال تک ،تو بندے کا دل کرتا ہے کہ یار میں جہاں بھی جاؤں میری واقفیت ہو۔لوگ مجھے پہچانیں اور اگر کسی دفتر میں چلا جاؤں تو لوگ کہیں کہ پیچھے ہٹ جائیں فلاں صاحب آئے ہیں۔میرا کوئی کرنل جرنل یا کوئی پولیس میں واقف ہو یا کوئی جج واقف ہو اور میں جہاں جاؤں میرے کام ہوتے جائیں۔تیس سال تک بندہ جوانی چڑھتا ہے زور پکڑتا

ہے۔تیس یا پینتیس سال تک اگر کوئی بندہ اس کو بات کرے تو وہ کہتا ہے کہ کوئی پروانہیں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔جب چالیس سال تک اُس کو عقل آتی ہے۔ پیچھے مُڑ کر دیکھتا ہے تو پیچھے کچھ نہیں ہوتا۔ پچھتاوا ہوتا ہے۔ چالیس سال ایک ایسی عمر ہے جس میں انسان چار پانچ چیزیں حاصل کر لیتا ہے۔سب سے پہلے تعلیم یا کاروبار۔عزت،شہرت،امیر ہونا اور خوشحال ہونا۔سروے کیا گیا ہے جس میں اگر کوئی چالیس سال تک کچھ کر لے تو ٹھیک ورنہ کچھ نہیں کر سکتا۔ پچاس سال کا ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ میں پیچھے کیا کر کے آرہا ہوں اور آگے کیا کرنا ہے میں نے۔جو پچاس سال سے اُوپر لوگ ہیں اُن کو میری بات سمجھ آرہی ہوگی۔اور جو جوان ہیں وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ یہ کیا بات کر رہے ہیں۔

معاشرے میں آپ کا مقام:

جب کوئی بندہ یہ سوچتا ہے کہ میرا بھی معاشرے میں کوئی مقام یا نام ہو۔ہم میں سے کسی کو پتہ ہی نہیں کہ ہم نے کرنا کیا ہے۔ہماری مائیں دُعا مانگتی ہیں کہ یا اللہ میرا بچہ کامیاب ہو جائے اور ہر بچہ کامیاب ہو جاتا ہے۔کوئی مزدور بن جاتا ہے کوئی کرنل جنرل، پولیس افسر یا پھر کاروباری بن جاتا ہے۔سب کی مائیں یہی دُعا مانگتی ہیں کہ میرا بچہ دُنیا میں کامیاب ہو جائے۔

دُعائیں قبول ہونے کی خواہش:

کوئی ایک ماں ہوگی جو کہے کہ میرا بیٹا کامیاب مرے۔ہماری خواہشات بڑی عجیب وغریب ہیں۔ابھی آپ کہیں جائیں آپ سوچتے ہوں گے کہ ہمیں یہاں سے اب کیا ملے گا، یا ان باتوں سے کیا حاصل ہوگا۔نہ ہمیں کوئی دس روپے یا سو روپے ملنے ہیں۔بھول جائیں گے کہ بس رات گئی بات گئی۔یہ ہم لوگوں کا ایک عام رویہ ہے۔پھر ہماری ایک خواہش ہوتی ہے کہ جی میں اللہ کو سب سے پیارا لگوں جب بھی میں دُعا مانگوں اور آمین کہوں تو میری دُعا قبول ہو جائے۔لیکن مجھے کرنا کچھ نہ پڑے۔اللہ تعالیٰ مجھے

پیار کرتا رہے نہ میں نماز پڑھوں اور نہ کسی کے کام آؤں۔لیکن میں جب بھی اللہ تعالیٰ سے دُعا کروں تو اُسی وقت قبول ہو جائے۔وہ کہاوت تو سب نے سُنی ہو گی کہ کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا پڑتا ہے اور ہر چیز کو حاصل کرنے کے لئے محنت بھی کرنی پڑتی ہے۔

تمام انسانوں کے مشترک خیالات

سب کے مشترک خیالات:

آپ لوگوں کو خیال تو آتے ہیں نا اور کچھ خیال ایسے ہیں جو مشترک ہیں۔ مجھے بھی آتے ہیں اور آپ کو بھی آتے ہیں۔ آپ کے بہن بھائیوں کو بھی آتے ہیں۔ مثلاً پانچ دس خیال تو ہر ایک کے مشترک ہیں کہ آرام ملے، سکھ ملے، تکلیف کوئی نہ آئے، مجھے لوگ اچھا کہیں، میری عزت ہو۔ لڑکیاں عموماً سوچتی ہیں کہ ہمیں جو خاوند ملے وہ خیال رکھنے والا ہو، اچھا ہو، ہماری بات ماننے والا ہو۔ اس طرح عورتوں اور مردوں میں یہ پانچ دس خیالات مشترک ہیں کہ ہمیں کھانا اچھا ملے، اچھا کپڑا ملے، ہمیں اچھا گھر مل جائے، ہمیں اچھی چیزیں مل جائیں اور ہماری زندگی اچھی گزر جائے۔ یہاں تک تو خیال آتے ہیں۔ بس اگلا خیال نہیں آتا کہ اس کے لئے کرنا کیا ہے۔

کام کرنا کس طرح ہے:

آپ دوبارہ پیدا نہیں ہو سکتے۔ آپ دوبارہ پہلی کلاس میں داخل ہو کر دکھائیں۔ مرد اور عورت صرف بیس سال تک خوبصورت ہو سکتے ہیں، جو بچیاں ابھی بیس سال سے چھوٹی ہیں وہ اور خوبصورت ہو سکتی ہیں۔ محنت کریں، کھانا اچھا کھائیں، پانی ٹائم پر پیئیں اور خوراک کا خیال رکھیں اور تھوڑی بہت ورزش کریں اور حسد نہ کریں تو آپ اور زیادہ خوبصورت ہو سکتی ہیں۔

جوانی اور بڑھاپے کی محنت میں فرق:

ابھی آپ محنت کریں آپ بالکل بھی نہیں تھکیں گے۔آپ سارادن اور ساری رات بھی کام کریں اور صبح آپ نہ سوئیں تو بھی کام چل جائے گا۔اب میں ایک رات جاگ لوں تو صبح کو کہوں گا کہ ہائے درد، میں بولوں گا کہ میں مرگیا۔مگر آپ لوگوں کو درد نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ ابھی جوان ہیں۔اگر ابھی آپ کو کبھی فرش پر بھی سونا پڑ جائے تو آپ سوسکتی ہیں۔لیکن اگر ہم سوئیں گے تو اکڑ جائیں گے۔وقت کی بات ہوتی ہے۔لہٰذا وقت ضائع نہ کریں اور محنت کریں۔

کام کرنے سے کوئی نہیں مرتا:

محنت سے آج تک کوئی بندہ مرا نہیں ہے۔آپ کے والد اور بھائی صبح نکلتے ہیں۔کتنا کام کرتے ہیں۔کچھ کھیتی باڑی، کچھ مزدوری کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ معاف کرے وہ کام کرتے نہیں مرے۔اگر مرے ہیں تو پریشانیوں کی وجہ سے یا کوئی چیز کھالی اور ہیضہ ہوگیا یا اللہ نہ کرے بیمار ہوگئے یا بوڑھے ہوگئے۔لیکن کام کرتے آج تک کوئی بندہ نہیں مرا۔آپ بچیاں بھی محنت کرنے سے نہیں مریں گی۔آپ کو خیال آتے ہیں کہ زندگی اچھی گزرے سُکھ والی زندگی گزرے تو اُس کے لئے آپ کو ابھی سے محنت شروع کرنا ہوگی۔وقت کا اتنا خیال کریں کہ ایک ایک منٹ قیمتی ہے وہ واپس نہیں آئے گا۔

مقصد، گول، ٹارگٹ، منزل کا تعین:

زندگی میں آپ کو آپ کی منزل کا پتہ ہونا چاہیئے۔آپ اپنے ذہن اور دِل میں اپنی منزل طے کرلیں اور پھر دِن رات اپنے گول کے متعلق سوچیں اور اس کو حاصل کرنے کے لئے ہر وقت مستقل مزاجی سے کام شروع کردیں تو ایک دن آئے گا کہ کامیابی آپ کے قدم چومنے لگے گی۔

انسان بے مول ہے:

ہم سارے بڑے امیر ہیں۔اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک جیسی عقل سے نوازا ہے فرق صرف استعمال کا ہے کہ ہم اس کو استعمال کیسے کرتے ہیں۔اب ان ہاتھوں کو کاٹ کر لاکھ دس لاکھ لے لیں یا انہی ہاتھوں سے محنت کر کے لاکھوں کروڑوں کما لیں۔ اللہ نہ کرے بندہ معذور ہو جاتا ہے کہ دماغ ہی کام نہ کرے، بندہ زبان سے نہ بول سکتا ہو، ہاتھ پاؤں نہ ہوں۔تو ابھی آپ کو کسی چیز کی کمی ہے؟ کوئی کمی نہیں ہے آپ کو کمی کس کی ہے؟ عقل کی۔

وقت اور محنت کا خیال رکھیں:

عقل سے کام لے کر محنت کر لیں تو کل کو اچھی زندگی بن جائے گی گھر والوں کی بھی اور آپ کی بھی۔آپ لوگ بالکل بھی وقت ضائع نہ کریں۔کوئی مشکل نہیں ہے بس آپ نیت کر کے آئیں کہ میں نے گھر واپس تب جانا ہے جب تک یہ کام کر لوں۔گھر میں اتنے کام نہیں ہوتے مجھے پتہ ہے کہ گھر والے بھی آپ کو تنگ نہیں کرتے۔کبھی ہوتا ہے کہ ماں نے کہیں جاتا ہو تو وہ آپ کو کہتی ہے کہ آ کر ہانڈی روٹی پکا لو۔بلکہ گھر میں جو کام کرنا ہے وہ اور زیادہ ثواب ہے۔اور زیادہ صدقہ ہے کہ ماں یا بہن کو کہیں کہ آپ کام کو چھوڑ و میں یہ کام کر دیتی ہوں۔لہٰذا محنت اور وقت کا خیال رکھیں۔

زیادہ تر لوگ خوش کیوں نہیں رہتے:

دُنیا میں زیادہ تر بندے خوش نہیں رہتے۔آپ نے دیکھا ہو گا کہ کئی لوگ فارغ رہتے ہیں اور وہ پھر بھی خوش نہیں رہتے اُن کے بچے پڑھ لکھ کر اچھا کاروبار کرتے ہیں اور گھر، کوٹھی، بنگلہ بنا ہوا ہے اور وہ پھر بھی خوش نہیں ہیں۔یہ کسی کسی کی سوچ اور خیال ہوتا ہے۔زیادہ تر بندے خوش کیوں نہیں رہتے۔اس کا سادہ سا جواب ہے۔وہ کچھ کرنا

ہی نہیں چاہتے اور جو لوگ کچھ کرتے ہیں اُن کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا کہ وہ اُداس ہوں وہ ہر وقت اپنے کام میں ہی لگے رہتے ہیں۔

مرنے سے پہلے کچھ نیکی کا کام کرنے کی خواہش:

اللہ کی ایک شان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر کام میں موجود ہے۔ ہم ہر وقت خوش نہیں رہتے کیونکہ ہم کچھ کرنا نہیں چاہتے۔ ہمارا ایک اور مسئلہ ہے کہ خاص کر ہماری عمر کے لوگ، ہم مرنے سے پہلے کچھ کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمیں پتہ نہیں کہ کرنا کیا ہے اور کس طرح کرنا ہے۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاؤں اور مرنے سے پہلے کوئی نہ کوئی نیکی کا کام کر جاؤں۔ پہلے موقع نہیں ملتا اور اگر موقع مل جائے تو طریقہ نہیں آتا اور اگر طریقہ آجائے تو ایک دفعہ کرتے ہیں اور دوسری دفعہ ہم سے نہیں ہو تا۔ مستقل مزاجی میں ہی کامیابی کا راز ہے۔

انسان چاہتا ہے آمین کہنے سے پہلے دعا قبول ہو جائے:

ہم سب کی خواہشات بہت عجیب ہیں۔ مثلاً آج اگر میں پہلی دفعہ مسجد میں آیا ہوں اور اللہ سے نماز پڑھ کر دعا مانگوں اور میرے آمین کہنے سے پہلے میری دعا قبول ہو جائے اور مجھے کرنا بھی کچھ نہ پڑے نہ کوئی اچھا کام کروں نہ نماز پڑھوں۔ اور اُس کے بعد بھی اللہ کو یاد ہی نہ کروں۔ اس طرح نہیں ہوتا۔ آپ لوگ آہستہ آہستہ چلتے رہیں گے تو ایک دن آپ لوگ منزل طے کر لیں گے۔ جوان لڑکے سب سے پہلے یہ سوچیں کہ آپ لوگوں نے بننا کیا ہے؟ کوئی جنرل بننا چاہتا ہے تو کوئی ڈاکٹر بننا چاہتا ہے تو کوئی انجینئر بننا چاہتا ہے۔ پہلے منزل کا پتہ ہونا چاہیے۔ اور جو میری عمر کے لوگ ہیں وہ پیچھے دیکھ آئے ہیں جو فلم چل رہی ہے۔ اور آگے جدھر جا رہے ہیں وہ بھی فلم نظر آ رہی ہے۔ لہٰذا کامیاب مرنے کے لئے کام کریں۔

زندگی بچپن سے لیکر مرنے تک قربانی ہے:

ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا بھی معاشرے میں نام ہو لیکن ہمیں کوئی طریقہ نہیں ملتا۔ہم نے رحمانی ویلفیئر ٹرسٹ کے نام سے ایک ٹرسٹ بنایا ہے اس میں ہم آسان آسان طریقے بتاتے ہیں جس سے ہمارے غریب اور امیر بھائیوں کا بھی معاشرے میں کوئی مقام بنے۔ ہر ایک کو پتہ ہے زندگی بچپن سے لے کر مرنے تک قربانی مانگتی ہے۔لیکن ہمیں قربانی دینے کا طریقہ نہیں آتا اور ہم ساری عمر ڈرتے رہتے ہیں۔

ہر حاصل قربانی مانگتا ہے:

اس دُنیا میں کچھ بھی حاصل کرنے کے لیے اس کائنات کا اللہ تعالیٰ نے بڑا سادہ سسٹم بنایا ہے۔آپ قربانی دیتے جائیں اور حاصل کرتے جائیں اور اگر آپ قربانی دینا بند کر دیں گے تو کچھ حاصل نہیں ہو گا۔اتنی مثالیں ہیں۔قدم قدم پر مثالیں ہیں۔سب سے بڑی مثال تو لڑکیاں ہیں جو اپنا گھر چھوڑ کر شادی کے بعد کسی انجان جگہ پر ساری زندگی گزارنے چلی جاتی ہیں۔

عورتوں کی قربانیاں:

سب سے زیادہ عورت قربانی دیتی ہے۔قربانی دے کر بچے جوان کرتی ہے۔اپنے سارے جذبات اپنے اُوپر جبر کر کے دل پر پتھر رکھ کے،اپنی ساری خواہشات روک کر،ان کا بھی دل کرتا ہے کہ ہم گھومیں پھریں۔ٹی وی پر آئیں فلم کریں ڈرامہ کریں۔میک اپ کریں اچھے سوٹ پہنیں لیکن یہ سب کچھ قربان کر کے پھر بچہ پلتا ہے۔خاوند کے آگے جی جی کرنا پڑتی ہے۔اور اگر نہ کریں تو ایک دن بھی اچھا نہیں گزرتا بے شک خاوند غلطی پر ہو لیکن عورت کے لئے خاوند جس طرح بھی کہے وہ ٹھیک ہوتا ہے۔

ضرورتِ وقت کی قربانی:

قربانی جواس وقت آپ کے دینے والی ہے۔ پانچ چھ قربانیاں ابھی آپ دے جائیں زندگی بھر عیش کریں گی۔ جو طالبعلم ہیں سب سے پہلے قربانی دیں چھٹیوں کی۔ چھٹیاں نہ کریں۔ اُس کے بعد نیند کی قربانی سونا کم کردیں۔ دعوتوں اور شادیوں پر جانا کم کردیں۔ جہاں بہت زیادہ مجبوری ہو وہاں جائیں وہ بھی ایک دو گھنٹے کیلیئے۔ نہ نیند کی پرواہ کریں اور نہ زیادہ چھٹیاں کریں۔ آپ یہ پانچ چھ قربانیاں دیں اور پانچ چھ چیزیں حاصل کرلیں۔

قربانیوں کے بدلے حاصل ہونے والے انعامات:

اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کے لئے کئی اصول بنائے ہیں ان میں سے ایک اصول یہ ہے آپ قربانی دیں۔ بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس کے والدین قربانی دیتے ہیں خاص کر والدہ صاحبہ اگر قربانی نہ دیں تو بچہ پل نہیں سکتا۔

یاد رکھیں جانوروں کے بچے جب پیدا ہوتے ہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے رزق کی تلاش شروع کردیتے ہیں۔ صرف ہم انسان ہیں جس کے بچوں کو 3-2 سال پالنا پڑتا ہے۔ بڑا ہونے کے بعد اگر وہ بچہ اپنے کھیلنے کودنے کی قربانی دے کر سکول جائے گا، بستہ اُٹھائے گا تو علم حاصل کرے گا اور تعلیم کے دوران اپنی فضول خواہشات کی قربانی دے گا تو تعلیم مکمل کریگا۔ جب آپ قربانی دیں گی سب سے پہلے علم حاصل کریں گی آپ ڈگری یا سٹیفکیٹ حاصل کریں گی۔ جب یہ کرلیں گی تو گھر میں خاندان میں ایک مقام بن جائے گا۔ اچھے رشتے آنے شروع ہوجائیں گے۔ پھر انشاء اللہ کوئی نوکری بھی مل جائے گی۔ تعریفیں شروع ہوجائیں گی کہ فلاں کی بیٹی اتنا پڑھ کر نوکری کررہی ہے۔ بیوٹی پارلر کھول لیا ہے اور سلائی بھی کررہی ہے۔ پھر سہیلیوں میں تعریف شروع ہوجائے گی کہ اس نے بہت ہمت کی ہے۔ اپنے بہن بھائیوں کو پڑھالیا

ہے اور خود بھی پڑھ گئی ہے اور اولاد کو بھی پڑھا لیا ہے۔اس کے بعد مسلسل قربانی ہے نوکری یا کاروبار ہر حال میں دِن رات آرام کی قربانی اور پھر شادی کے بعد بیوی اور بچوں کے لئے بیل کی طرح چل سوچل لہٰذا قربانی دینا سیکھیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کی قربانی دی تو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ان کا نام زندہ رکھنے کا اعلان کر دیا۔حضور ﷺ نے بچپن سے جوانی تک اور مسلسل نبوّت کے دوران بھی قربانی دی اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے اپنے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نام شامل کرلیا۔

اس طرح جو بھی کوئی قربانی دیتا ہے وہ کامیاب مرتا ہے۔

کامیاب مرنا کیا ہے؟

کامیاب مرنا یہ ہے کہ آپ جب اس دُنیا سے جائیں تو آپ کو رونے والے، آپ کو یاد کرنے والے لوگ بے حساب ہوں۔آپ لوگوں کو جو کچھ دے کر جا رہے ہوں گے لوگ اسی طرح ہی آپ کی کمی محسوس کریں گے اور اتنا ہی آپ کا جنازہ بڑا ہوگا۔

اسلام کی رو سے قربانی کا بیان:

اور پھر ہمارے اسلام کی رو سے حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ یہ سارا ہی صدقہ ہے اور جب صدقہ قبول ہوگیا تو بندا سیدھا جنت میں۔بندہ کامیاب ہو کر مرے گا۔تو اب یہ وقت آپ کے قربانی دینے کا ہے۔

کسی کی مدد کرنے کی مثال

ایک دفعہ حضرت عباسؓ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اُن کے پاس ایک بندہ آیا۔ اُس کو کوئی تکلیف تھی۔ آپ گئے اس کی مدد کر کے واپس آ کر اعتکاف میں بیٹھ گئے۔

حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ کسی غریب کی مدد کرنا ستر اعتکاف سے بھی زیادہ افضل ہے۔ نہ ہمارے پاس علم ہے اور نہ ہی طاقت۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل میں یہ طلب رکھی ہے کہ ہم کسی کے کام آ جائیں اور لوگوں کو اس کام پر لگا جائیں۔ تا کہ وہ ہمارے مرنے کے بعد بھی ہمارے لیے دُعا کرے۔ آپ بھی چاہتے ہیں کہ آپ کے مرنے کے بعد آپ کا بھی کوئی نام لینے والا ہو، تو لوگوں کی مدد کو اپنی عادت بنالیں۔

ہر انسان کی زندگی میں موجود مسائل:

ہر انسان کی زندگی بیشمار مسائل سے بھری ہوئی ہے۔ پوچھیں کہ حال کیا ہے؟ پوچھیں کہ والدین کا کیا حال ہے؟ وہ کرتے کیا ہیں؟ چوتھا سوال پوچھیں تو رونا آ جاتا ہے۔ ہر گھر میں اتنے دکھ اور اتنی مصیبتیں ہیں جو ہم نے خود ہی پالی ہوئی ہیں۔

سب لوگوں کی زندگی کے بارے میں پلاننگ:

جب شادی ہوتی ہے کسی فیملی میں، تو وہ میاں بیوی آپس میں پلاننگ کرتے ہیں۔ پہلے تو پلاننگ کرتے ہی نہیں۔ اگر وہ تھوڑا بہت عقلمند میاں ہو یا بیوی تھوڑی سمجھدار ہو تو وہ پھر تھوڑی سی بات کر لیتے ہیں کہ ہم نے اپنا گھر بنانا ہے۔ اور جب بچی یا بچہ ہو جائے تو اُن کو ایک ہی فکر ہوتی ہے کہ روٹی کس طرح کھلانی ہے اور اس کو تھوڑا بہت پڑھانا ہے۔

کیسے ہم اپنے آپ کے ساتھ مخلص نہیں ہیں؟

اب آپ یہ سوچیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اپنے ساتھ مخلص نہیں ہیں۔اپنے آپ کے ساتھ ہم سارے ہی مخلص نہیں ہیں۔سب سے پہلے ہم اپنے آپ کو ٹائم نہیں دیتے اگر ہم اپنے ساتھ مخلص ہوتے تو صبح سویرے اُٹھ کر نماز پڑھتے۔جو نماز پڑھتے ہیں وہ اپنے آپ کے ساتھ مخلص ہیں اپنے دین کے ساتھ مخلص ہیں۔اُس کے بعد اپنی صحت کا خیال کریں۔کھانا اچھا کھائیں بے شک سادہ کھائیں۔اپنے جسم کیلئے ٹائم نکالیں تھوڑی بہت ورزش کریں۔ہم میں سے کوئی نہیں کرتا۔ہم دشمنی کرتے ہیں اور بیمار ہو جاتے ہیں۔گولی یا ٹیکا لگائیں گے تو ٹھیک ہو جائیں گے۔یہ کوشش نہیں کرنی کہ میں تھوڑا سا کنٹرول کرلوں اور ٹھیک ہو جاؤں۔

انسانوں کے جینے کا مقصد:

یہ حقیقت ہے کہ 98% لوگوں کو اپنے جینے کا مقصد پتا ہی نہیں ہے۔100 میں سے 98 لوگوں کو اپنے جینے کی وجہ ہی نہیں پتہ ہوتی کہ ان کا نصب العین کیا ہے ان کی زندگی کا مقصد کیا ہے، آپ سوچیں سب کے بارے میں اور اپنے بارے میں کیا کسی کو پتہ ہے کہ ہم کیوں یہ زندگی گزار رہے ہیں۔اس کے بعد کوئی کسی کو بتا کر راضی بھی نہیں ہے کہ کوئی کسی کو بتا دے کہ زندگی اس طرح گزارنی ہے۔ایک حدیث ہے۔ترجمہ: " اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے"۔یہ حدیث ہم سب نے بہت بار سنی ہے لیکن ہمیں یہ بھی نہیں پتا ہوتا کہ نیت ہے کیا؟ ہم نے کیا نیت کرنی ہے؟ معمولی سی بات پر بندہ جنت میں چلا جاتا ہے اور معمولی سی بات پر ہی بندہ دوزخ میں چلا جاتا ہے۔معمولی سی بات سے موقع کے مطابق بندہ کامیاب ہو جاتا ہے اور معمولی سی بات پر ناکام ہو جاتا ہے۔کسی سے بھی پوچھ لیں کہ آپ یہ کام کیوں کر رہے ہیں تو ان کو کچھ پتہ ہی نہیں ہوتا۔

ہر کام اللہ کی رضا کے لئے کریں:

آج کے بعد آپ سوچ لیں کہ آپ نے جو کام بھی کرنا ہے وہ آپ نے اللہ کے لئے کرنا ہے، مثلاً ماں، باپ، بھائی، بہن جو بھی کوئی کام بتائے وہ آپ نے یہی سوچ کر کرنا ہے کہ ہم وہ اللہ کی رضا کے لئے کر رہے ہیں۔ اب یہ دیکھیں کہ اللہ کو تو ہمارے کاموں کی کوئی ضرورت نہیں ہے ناں، تو پھر ہم اللہ کے لئے کیسے اور کیوں کر رہے ہیں؟ اس لئے کر رہے ہیں تا کہ ہمیں اللہ کی پہچان ہو جائے اور انسان کوئی بھی کام کرے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان جو بھی کام کرتا ہے تو وہ صدقہ ہے۔ یہ صرف ہمارا اسلام کہتا ہے کہ مسلمان جو بھی کام کرے گا وہ صدقہ ہے۔ آپ جو بھی کام کریں ایک ہی مقصد بنا لیں بس اللہ کی پہچان اور اللہ تک پہنچنا۔ روزی بھی انسان نے کمانی ہوتی ہے تو وہ بھی آپ یہی سوچ لیں کہ آپ یہ اللہ کے لیے اور لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے کریں گے۔ جب آپ ہر وقت یہ نیت رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے وہ آپ کے لئے سارے راستے کھولتا جائے گا۔ جس طرح میں نے پہلے بتایا 98% لوگوں کو اپنے جینے کا مقصد نہیں پتا اسی طرح 98% لوگوں کو اپنی منزل کا ہی نہیں پتا ہوتا کہ میں نے زندگی میں کیا حاصل کرنا ہے؟ میری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ میری منزل کیا ہے؟ جس طرح بچیوں کی سوچ ہوتی ہے کہ اچھا گھر اور اچھا رشتہ مل جائے، لیکن اس سے آگے کی سوچ نہیں ہوتی، اگر ہے بھی تو بس اتنی کہ اچھے کپڑے اچھے جوتے اور اس کے علاوہ سب کی خواہش ہوتی ہے کہ میں سب کو اچھی لگوں لوگ مجھے پسند کریں لیکن ساتھ خواہش یہ بھی ہوتی ہے کہ کرنا کچھ نہ پڑے اور اچھی بھی ہو جاؤں اور لوگ میری تعریف بھی کریں۔ زندگی تو گزر جاتی ہے اور گزر جاتی ہے سب کی ہی لیکن ضروری یہ ہے کہ آپ اپنا نصب العین بنائیں آپ کو اپنی منزل کا پتہ ہونا چاہیئے۔ اور پھر وہی بات کہ سب کچھ اللہ کے لئے کرنا شروع کریں۔

اللہ کا ڈر اور خوف:

ہم سب کی سب سے غلط بات یہ ہوتی ہے کہ ہم اللہ سے ڈرتے نہیں ہیں اس سے پیار نہیں کرتے۔ عورت اور مرد میں 2 خوبیاں ہوں تو وہ سب سے اچھے ہوتے ہیں، ایک اللہ کا شکر گزار ہو، اور دوسرا اللہ کا خوف اس کے دل میں ہو۔

اللہ کا خوف اس طرح ہوتا ہے کہ بندہ نہ کسی کے ساتھ جھوٹ بولے نہ کسی کے ساتھ زیادتی کرے۔

سب کی مشترکہ خواہش:

سب کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کو سراہا جائے، پسند کیا جائے ہماری تعریف کی جائے۔ ہم سب کی یہ ایک مشترکہ خواہش ہے، سب یہ چاہتے ہیں کہ مجھے اچھا کہا جائے میری تعریف کی جائے، اگر یہ لڑکیوں کی خواہشات ہیں تو مردوں کی بھی یہی خواہشات ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ایک خواہش ہوتی ہے سب لڑکیوں اور لڑکوں دونوں کی کہ ہمیں اچھا کہا جائے، ہماری تعریف کی جائے لیکن اس کے لئے ہمیں کرنا کچھ نہ پڑے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہم دماغ میں بڑے عجیب وغریب قسم کے خیالات اور پریشانیاں لے کر گھومتے رہتے ہیں، بے حساب پریشانیاں ہیں جو دن بھر میں ہمارے خیالات میں آتی رہتی ہیں۔ ہمیں سب لوگوں کا خوف ہوتا ہے اللہ کا نہیں۔ اس کے علاوہ یہ ہوتا ہے کہ مجھے ہی سارا کام کرنا پڑے گا۔ کام بھی چار ہی ہوتے ہیں۔ کپڑے دھونا، برتن دھونا، ہانڈی پکانا اور صفائی کرنا۔ کوئی بھی کام کر کے ہم نے جتانا ضرور ہوتا ہے کہ سارا کام میں نے کیا ہے دوسری بہن ویسے بیٹھی ہے۔ پوری کائنات کا نظام ہے جیسے ایک شعر ہے:

مکتبِ عشق کا انداز بھی نرالہ دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

اسی طرح اللہ تعالیٰ کو جس کا کام پسند آجائے تو اس کو وہ چاہتا ہے کہ مزید بھی کام دے اس سے مزید کام بھی کروائے۔

عورت کے کردار

عورت کے 4 یا 5 کردار ہیں۔ سب سے پہلے بیٹی ہے۔ بیٹی جب تک گھر ہوتی ہے وہ دلوں کی رانی ہوتی ہے۔ باپ کے دل کا چین اور ماں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے۔ بیٹیوں کے بعد دوسرا کردار ہوتا ہے بہن کا، بہن اچھی ہوتی ہے تو وہ بھائیوں کو ہیرو بنا دیتی ہے اور بہن کے بعد کردار آتا ہے بیوی کا، بیوی اچھی ہو تو انسان کو بہادر بنا دیتی ہے۔

مرد کو کمزور یا بہادر بنانے والی بیویوں کی ایک مثال:

میں آپکو ایک مثال دیتا ہوں صبح مرد جب اپنے کام پر جا رہا ہوتا ہے تو ایک بیوی اس کو کہتی ہے کہ ذرا خیال رکھنا آج کل حالات بہت خراب ہیں۔ اور دوسری عورت اپنے شوہر کو کہتی ہے کہ آپ فکر نہ کرنا گھر کے معاملات میں سارے سنبھال لوں گی۔ اب جس نے کہا کہ خیال رکھنا حالات بہت خراب ہیں اس نے اپنے خاوند کو بزدل بنا دیا۔ وہ سارا دن ڈرتا رہے گا کہ میری بیوی نے کہا تھا حالات خراب ہیں گھر جلدی جانا ہے اور جس نے یہ کہا تھا کہ میں سب کام سنبھال لوں گی اس نے اپنے شوہر کو بہادر بنا دیا۔ لہٰذا جتنا بھی مشکل وقت آتا ہے مرد پھر بھی ہار جاتے ہیں لیکن عورت کبھی نہیں ہاری۔

عورت کبھی ہمت نہیں ہارتی:

اس کی مثال دیتا ہوں اگر کسی گھر میں خدانخواستہ کوئی بیمار ہو جائے، اور اتنا بیمار ہو جائے کہ خود اٹھ کر باتھ روم بھی نہ جا سکتا ہو، تو ہم مرد کبھی اس کو ہاتھ نہیں لگاتے صرف عورتیں ہی صفائی کرتی ہیں۔ اور جب تک وہ بچہ ٹھیک نہیں ہو جاتا اس کی ساری ذمہ داری

عورت اٹھاتی ہے۔اور ہم مرد جلد گھبرا کر پیچھے ہو جاتے ہیں کہ ہم سے نہیں ہوتا۔ اگر خدانخواستہ کوئی بچہ معذور ہو جائے تو ہم مرد پرواہ نہیں کرتے کہ اس نے کچھ نہیں کرنا اب، لیکن ماں مرتے دم تک مایوس نہیں ہوتی، ماں کا دل بہت بڑا ہوتا ہے۔لہٰذا آپ یہ کبھی نہ سوچیں کہ بچیاں یا عورتیں کمزور ہیں۔ دنیا میں جتنے آدمی بھی کامیاب ہوئے ہیں یا جتنے ولی اللہ گزرے ہیں سب کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہے۔

صرف ایک مثال دیتا ہوں:

حضرت محی الدین ہجویری جن کا مزار انڈیا میں ہے۔ وہ جب ولی اللہ بنے انھوں نے بغداد کا دورہ کیا تو 70 لاکھ بندوں نے توبہ کی 6 لاکھ بندے مسلمان ہوئے۔اللہ نے بڑا فضل کیا ان کی دھوم مچ گئی کہ یہ ولی اللہ ہیں اور ان کی وجہ سے ہم اسلام پر ایمان لے آئے، وہ جب گھر آئے تو ان کی والدہ نے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ میری وجہ سے 70 لاکھ بندوں نے توبہ کی ہے اور 6 لاکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا ہے۔ان کی والدہ نے کہا نہیں یہ اس وجہ سے ہوا ہے، کہ میں نے آپ کو ہمیشہ باوضو دودھ پلایا ہے۔اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپکو کامیاب کیا ہے۔

ماں کا رتبہ:

جب تک کسی عورت کا ہاتھ نہ ہو کوئی بھی مرد کامیاب نہیں ہوسکتا، چاہے وہ ماں ہو، بیوی ہو، بہن ہو یا بیٹی ہو۔اور بیشک سب سے اونچا درجہ ماں کا ہے۔ایک ماں ہی بچے کو ڈاکٹر بناتی ہے، ایک ماں ہی اس کو انجینئر بناتی ہے، ایک ماں ہی اس کو جج بناتی ہے۔مرد کو بنانے میں عورتوں کا مکمل ہاتھ ہوتا ہے۔

بابا فرید گنج شکر کا واقعہ:

ایک ماں تھی اس کا بچہ جب نماز پڑھنے کے قابل ہوا تو اس کو خیال آیا کہ میں

اپنے بچے کے دل میں کس طرح اللہ کا خوف ڈالوں؟ اور کس طرح میرا بیٹا اللہ کی طرف مائل ہو؟ اس نے اپنے بیٹے کو پیار سے سمجھایا کہ آپ نماز پڑھو، جب آپ نماز پڑھو گے تو اللہ آپ کو شکر دے گا۔ اس عورت نے شکر کی پڑیا بنا کر جائے نماز کے نیچے رکھ دی۔ جب بچے نے نماز پڑھ لی تو ماں نے کہا کہ جائے نماز اٹھا کر دیکھو اللہ تعالیٰ نے تمہیں شکر دی ہے۔ بچے نے دیکھا تو نیچے واقعی شکر کی پڑیا تھی۔ اس طرح وہ بچہ روز نماز پڑھتا اور اس کی ماں ہر روز شکر کی ایک پڑیا اس کی جائے نماز کے نیچے رکھ دیتی اس بچے کا یقین پختہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر نماز کے بعد شکر کی پڑیا دیتا ہے۔ ایک دن اس عورت کو کوئی کام پڑ گیا وہ کسی دوسرے شہر میں کسی کام گئی تو اس کو خیال آیا کہ آج جب میرا بیٹا نماز پڑھے گا تو میں شکر نہیں رکھ سکوں گی، تو اس نے اللہ سے دعائیں مانگنا شروع کر دیں کہ یا اللہ! میں نے اپنے بیٹے کو آپ کی طرف مائل کرنے کے لئے یہ کام کیا اور جھوٹ بولا اب تو میری لاج رکھنا۔ جب وہ عورت واپس آئی تو اس نے اپنے بیٹے سے پوچھا کہ آپ نے نماز پڑھی اس کے بیٹے نے جواب دیا کہ امی جی آج نماز میں اور شکر میں جو مزہ تھا وہ زندگی میں پہلے کبھی نہیں آیا اس بچے کا نام بابا فرید گنج شکر تھا۔

تمام لوگوں سے درخواست:

آپ سب سے میری درخواست ہے کہ آپ اپنے آپ کو اللہ کی طرف لے کر جائیں۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، آپ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر کریں۔

کوئی بھی کام جب شروع کیا جائے تو اس پر بہت سے لوگ بہت سی باتیں کرتے ہیں۔ باتیں سن کر بھی اپنے کام کو جاری رکھنا بہت ہمت کی بات ہوتی تب جا کر کہیں آپ کو محنت کا صِلہ ملتا ہے۔ اور یہ مت بولیں کہ جب لوگ باتیں کرتے ہیں تو تبھی آپ کی نیکی قبول ہوتی ہے۔

کائنات کا نظام

سورج کا نظام:

سورج خلاء میں ایک مقرر راستہ پر پچھلے 5 ارب سال سے 600 میل فی سیکنڈ کی رفتار سے مسلسل بھاگا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا خاندان 9 سیارے، 27 چاند اور لاکھوں میٹرائٹ کا قافلہ اسی رفتار سے جا رہا ہے۔ کبھی نہیں ہوا کہ تھک کر کوئی پیچھے رہ جائے یا غلطی سے کوئی اِدھر اُدھر ہو جائے۔ سب اپنی اپنی راہ پر اپنے اپنے پروگرام کے مطابق نہایت تابعداری سے چلے جا رہے ہیں۔

اب بھی اگر کوئی کہے چلتے ہیں لیکن چلانے والا کوئی نہیں، ڈیزائن ہے لیکن ڈیزائنر کوئی نہیں، قانون ہے لیکن قانون کو نافذ کرنے والا کوئی نہیں، کنٹرول ہے لیکن کنٹرولر نہیں، بس یہ سب ایک حادثہ ہے۔ اسے آپ کیا کہیں گے؟ یہ نظامِ قدرت ہے۔

چاند کا نظام:

چاند تین لاکھ ستر ہزار میل دور زمین پر سمندروں کے اربوں کھربوں ٹن پانیوں کو ہر روز دو دفعہ مدّ و جزر سے ہلاتا رہتا ہے تاکہ ان میں بسنے والی مخلوق کے لئے ہوا سے مناسب مقدار میں آکسیجن کا انتظام ہوتا ہے پانی صاف ہوتا رہے، اس میں تعفن پیدا نہ ہو۔ ساحلی علاقوں کی صفائی ہوتی رہے اور غلاظتیں بہہ کر گہرے پانیوں میں چلتی جائیں۔

سمندروں اور پانیوں کا نظام:

یہی نہیں بلکہ سمندروں کا پانی بھی ایک خاص مقدار میں کھارا ہے۔ پچھلے تین ارب سال سے نہ زیادہ نہ کم نمکین بلکہ ایک مناسب توازن برقرار رکھے ہوئے ہے تاکہ

اس میں چھوٹے بڑے سب آبی جانور آسانی سے تیر سکیں اور مرنے کے بعد ان کی لاشوں سے بُو نہ پھیلے۔ انہی میں کھارے اور میٹھے پانی کی نہریں بھی ساتھ ساتھ بہتی ہیں۔ سطح زمین کے نیچے بھی میٹھے پانی کے سمندر ہیں جو کھارے پانی کے کھلے سمندروں سے ملے ہوئے ہیں۔ سب کے درمیان ایک غیبی پردہ ہے تاکہ میٹھا پانی میٹھا رہے اور کھارا پانی کھارا۔

کائنات کی تخلیق:

اس حیران کُن نظام کے پیچھے کون سی عقل ہے؟ اس توازن کو کون برقرار رکھے ہوئے ہے؟

کیا پانی کی اپنی سوچ تھی یا چاند کا اپنا فیصلہ؟

ساڑھے چودہ سو سال پہلے جب جدید سائنس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ عرب کے صحرا زدہ ملک میں جہاں کوئی سکول اور کالج نہیں تھا، ایک آدمی اُٹھ کر سورج اور چاند کے بارے میں کہتا تھا کہ:

یہ سب ایک حساب کے پابند ہیں۔ **"والشمس والقمر بحسبان"**

(سورہ الرحمٰن:5)

سمندروں کی گہرائیوں کے متعلق بتاتا ہے کہ **"بینهما برزخ لا یبغیٰن"** ان کے درمیان برزخ (Barrier) ہے جو ان کو قابو میں رکھے ہوئے ہے۔

جب ستاروں کو اپنی جگہ لٹکے ہوئے چراغ کہا جاتا تھا وہ کہتا ہے **"وکل فی فلک یسبحون"** یعنی سب کے سب اپنے مدار پر تیر رہے ہیں۔

(سورہ یٰسین:40)

جب سورج کو ساکن تصور کیا جاتا تھا وہ کہتا ہے **"والشمس تجری**

لمستقر لھا" یعنی سورج اپنے لئے مقرر شدہ راستے پر کسی انجانی منزل کی طرف ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔ (سورہ یٰسین:40)

جب کائنات کو ایک جامد آسمان (چھت) کہا جاتا تھا وہ کہتا ہے یہ پھیل رہی ہے۔

"وانا لموسعون" (سورہ الذریات:47)

وہ نباتات اور حیوانی زندگی کے بارے میں بتاتا ہے کہ ان سب کی بنیاد پانی ہے۔

البرٹ آئن سٹائن اپنی دریافت "قوانین قدرت اٹل ہیں" پر جدید سائنس کا بانی کہلاتا ہے لیکن اس نے بہت پہلے بتایا **"ما تری فی خلق الرحمٰن من تفوت"**

تم رحمٰن کی تخلیق میں کسی جگہ فرق نہیں پاؤ گے (سورہ الملک:3)

جدید سائنس کی ان قابل فخر دریافتوں پر ساڑھے چودہ سو سال پہلے پردہ اُٹھانے والا کس یونیورسٹی سے پڑھا تھا؟ کس لیبارٹری میں کام کرتا تھا؟

انسانوں اور حیوانوں کے نومولود بچوں کے راز:

نومولود بچے کو کون سمجھاتا ہے کہ بھوک کے وقت رو کر ماں کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائے؟ ماں کو کون حوصلہ دیتا ہے کہ ہر خطرے کے سامنے سینہ سپر ہو کر بچے کو بچائے۔ ایک معمولی سی چڑیا شاہین سے مقابلہ پر اُتر آتی ہے، یہ حوصلہ اسے کس نے دیا؟ مرغی کے بچے انڈے سے نکلتے ہی چلنے لگتے ہیں، حیوانات کے بچے بغیر سکھائے ماؤں کی طرف دودھ کے لئے لپکتے ہیں، انہیں یہ سب کچھ کون سکھاتا ہے؟

جانوروں کے دلوں میں کون محبت ڈال دیتا ہے کہ اپنی چونچوں میں خوراک ڈال کر اپنے بچوں کے منہ میں ڈالیں؟

یہ آدابِ زندگی انہوں نے کہاں سے سیکھے؟

شہد کی مکھیوں کا حیرت انگیز نظام:

شہد کی مکھیاں دور دراز باغوں میں ایک ایک پھول سے رس چوس چوس کر انتہائی ایمانداری سے لاکر چھتے میں جمع کرتی جاتی ہیں۔وہ ایک ماہر سائنسدان کی طرح جانتی ہیں کہ کچھ پھول زہریلے ہیں ، ان کے پاس نہیں جاتیں۔ایک قابل انجینئر کی طرح شہد اور موم کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا فن بھی جانتی ہیں۔ جب گرمی ہوتی ہے تو شہد کو پگھل کر بہہ جانے سے بچانے کے لئے اپنے پروں کی حرکت سے پنکھا چلا کر ٹھنڈا بھی کرتی ہیں،موم سے ایسا گھر بناتی ہیں جسے دیکھ کر بڑے سے بڑے آرکیٹیکٹ بھی حیرت زدہ ہیں۔لاکھوں کی تعداد میں ایسے منظّم طریقے سے کام کرتی ہیں کہ مثال نہیں۔ ہر ایک میں ایسا راڈار نظام نسب ہے کہ وہ دور دور نکل جاتی ہیں لیکن اپنے گھر کا راستہ نہیں بھولتیں ،انہیں زندگی کے یہ طریقے کس نے سکھائے ؟انہیں یہ عقل کس نے دی؟

حشرات کا نظام:

مکڑا اپنے منہ کے لعاب سے شکار پکڑنے کا ایسا جال بناتا ہے کہ جدید ٹیکسٹائل انجینئر بھی اس بناوٹ کا ایسا نفیس دھاگا بنانے سے قاصر ہیں۔

(Ant) گھریلو چیونٹیاں گرمیوں میں موسم سرما کے لئے خوراک جمع کرتی ہیں اپنے بچوں کے لئے گھر بناتی ہیں ایک ایسی تنظیم سے رہتی ہیں ، جہاں مینجمنٹ کے تمام اصول حیران کن حد تک کارفرما ہیں۔

ٹھنڈے پانیوں میں رہنے والی مچھلیاں اپنے انڈے اپنے وطن سے ہزاروں میل دور گرم پانیوں میں دیتی ہیں لیکن ان سے نکلنے والے بچے جوان ہو کر ماں کے وطن خود بخود پہنچ جاتے ہیں۔

نباتات کا نظام:

نباتات کی زندگی کا سائیکل بھی کم حیران کُن نہیں ، جراثیم اور بیکٹیریا کیسے

کروڑوں سالوں سے اپنی بقا کو قائم رکھے ہوئے ہیں؟ زندگی کے گُر انہیں کس نے سکھائے؟ سوشل مینیجمنٹ کے یہ اصول انہیں کس نے سکھائے؟

اللہ تعالیٰ کے نظام قدرت کے راز:

کیا زمین اس قدر عقل مند ہے کہ اس نے بھی خود بخود لیل ونہار کا نظام قائم کر لیا، خود بخود ہی اپنے محور پر 2/167 ڈگری جھک گئی تا کہ سارا سال موسم بدلتے رہیں، کبھی بہار، کبھی گرمی، کبھی سردی اور کبھی خزاں تا کہ اس پر بسنے والوں کو ہر طرح کی سبزیاں، پھل اور خوراک سارا سال ملتی رہیں۔ زمین نے اپنے اندر شمالاً جنوباً ایک طاقتور مقناطیسی نظام بھی خود بخود ہی قائم کرلیا؟

زمین، سورج، ہواؤں، پہاڑوں اور میدانوں نے مل کر سمندر کے ساتھ سمجھوتہ کررکھا ہے تا کہ سورج کی گرمی سے آبی بخارات اٹھیں، ہوائیں اربوں ٹن پانی کو اپنے دوش پر اُٹھا پہاڑوں اور میدانوں تک لائیں، ستاروں سے آنے والے ریڈیائی ذرّے بادلوں میں موجود پانی کو اکٹھا کر کے قطروں کی شکل دیں اور پھر یہ پانی میٹھا بن کر خشک میدانوں کو سیراب کرنے کے لئے برسے۔

جب سردیوں میں پانی کی کم ضرورت ہوتی ہے تو یہ پہاڑوں پر برف کے ذخیرے کی صورت میں جمع ہو جاتا ہے۔ گرمیوں میں جب زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ پگھل کر ندی نالوں اور دریاؤں کی صورت میں میدانوں کو سیراب کرتے ہوئے واپس سمندر تک پہنچ جاتا ہے۔

ایک ایسا شاندار متوازن نظام جو سب کو سیراب کرتا ہے اور کچھ بھی ضائع نہیں ہوتا۔ کیا یہ بھی ستاروں، ہوا اور زمین کی اپنی باہمی سوچ تھی؟

ہمارے جسم کے مختلف حصوں کے نظام

پنکر یاز:

ہمارے Pencreas (لبلبے) خون میں شوگر کی ایک خاص مقدار کو بڑھنے نہیں دیتے، دل کا پمپ ہر منٹ ستر، اسی دفعہ منظم، با قاعدہ حرکت سے خون پمپ کرتا رہتا ہے ایک 75 سالہ زندگی میں بلا مرمت تقریباً تین ارب بار دھڑکتا ہے۔

گردے:

ہمارے گردے (Kidneys) صفائی کی بے مثل اور عجیب فیکٹری جو جانتی ہے کہ خون میں جسم کے لئے جو مفید ہے وہ رکھ لینا ہے اور فضلات کو باہر پھینک دینا ہے۔

معدہ:

معدہ حیران کن کیمیکل کمپلیکس، کاربوہائیڈریٹس وغیرہ کو علیحدہ کر کے خون کے حوالے کر دیتا ہے اور فضلات کو باہر نکال دیتا ہے۔

انسانی جسم میں انجینئرنگ کے یہ شاہکار سائنس کے یہ بے مثل نمونے، چھوٹے سے پیٹ میں لاجواب فیکٹریاں، کیا یہ سب یوں ہی بن گئے تھے؟

دماغ:

دماغ کو کس نے بنایا؟ مضبوط ہڈیوں کے خول میں بند، پانی میں یہ تیرتا ہوا عقل کا خزانہ، معلومات کا سٹور، احکامات کا سینٹر، انسان اور اس کے ماحول کے درمیان رابطہ کا ذریعہ، ایک ایسا کمپیوٹر کہ انسان اس کی بناوٹ اور ڈیزائن کو ابھی تک سمجھ ہی نہیں

پایا، لاکھ کوششوں کے باوجود انسانی ہاتھ اور ذہن کا بنایا ہوا کوئی سپر کمپیوٹر بھی اس کے عشر عشیر تک نہیں پہنچ سکتا۔

انسان میں موجود سیلز:

ہر انسان کھربوں خلیات (Cells) کا مجموعہ ہے۔ اتنے چھوٹے کہ خوردبین کی مدد کے بغیر نظر نہیں آتے، لیکن سب کے سب جانتے ہیں کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ یوں انسان کا ہر ایک خلیہ شعور رکھتا ہے اور اپنے وجود میں مکمل شخصیت ہے۔ ان جینز میں ہماری پوری پروگرامنگ لکھی ہے۔ اور زندگی اس پروگرام کے مطابق خود بخود چلتی رہتی ہے۔ ہماری زندگی کا پورا ریکارڈ، ہماری شخصیت ہماری عقل و دانش، غرض ہمارا سب کچھ پہلے ہی سے ان خلیات پر لکھا جا چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی موجودگی کے ثبوت:

یہ کس کی پروگرامنگ ہے؟ حیوانات ہوں یا نباتات ان کے بیج کے اندر ان کا پورا نقشہ بند ہے، یہ کس کی نقشہ بندی ہے؟

خوردبین سے بھی مشکل سے نظر آنے والا سیل (Cell) ایک مضبوط توانا عقل و ہوش والا انسان بن جاتا ہے۔ یہ کس کی بناوٹ ہے؟

ہونٹ زبان اور تالو کے اجزاء کو سینکڑوں انداز میں حرکت دینا کس نے سکھایا؟ ان حرکات سے طرح طرح کی عقلمند آوازیں کون پیدا کرتا ہے؟ ان آوازوں کو معنی کون دیتا ہے؟ لاکھوں الفاظ اور ہزاروں زبانوں کا خالق کون ہے؟ بے شک وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

......ختم شد......

گوگل پلے سٹور پر سرچ قرآن ایپلیکیشن ڈاون لوڈ کرنے کا طریقہ

Search Quran Application and Hadees Application

ہماری دیگر ایپلیکیشنز

Other Applications

سرچ قرآن ایپلیکیشن میں ہوم پیج
پر سرچ پر کلک کریں

اس کے بعد تین آپشنز میں سے اپنی
ضرورت کے مطابق آپشن پر کلک کریں

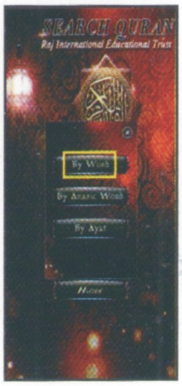

جیسے تصویر میں دکھایا گیا ہے
ہم by word پر کلک کرتے ہیں

اس پیج پر ہم اُردو Keyboard آپشن پر کلک کرتے
ہیں اور لفظ نماز لکھتے ہیں اور سرچ کے icon پر کلک کرتے ہیں

اس کے بعد آیات کی list
سامنے آئے گی جس میں نماز کا ذکر ہے۔

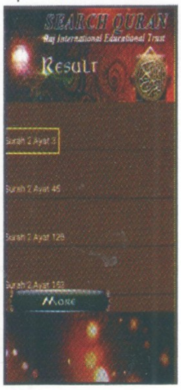

کسی بھی مطلوبہ آیت پر کلک کریں تو آیت
اُردو ترجمہ کے ساتھ سامنے آجائے گی

سرچ حدیث کے ایپلیکیشن میں سے تمام
ایپس میں سرچ کرنے کا طریقہ ایک جیسا ہے۔
جیسے ہم اس ایپ جامع ترمذی میں سرچ کرتے ہیں۔

Browser پر سرچ پر کلک کریں اور pop-up میں سے مطلوبہ آپشن پر کلک کریں

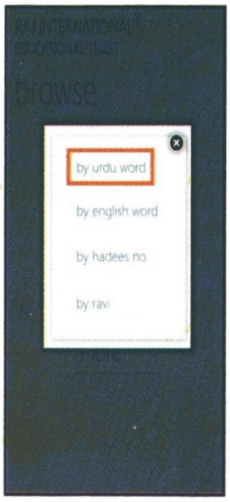

جسے ہم by urdu word پر کلک کرتے ہیں اور مطلوبہ لفظ نماز سرچ بار میں لکھتے ہیں

اس کے بعد آنے والی احادیث کی list سے کسی بھی حدیث پر کلک کریں تو مطلوبہ حدیث عربی اور اُردو ترجمہ کے ساتھ آجائے گی۔

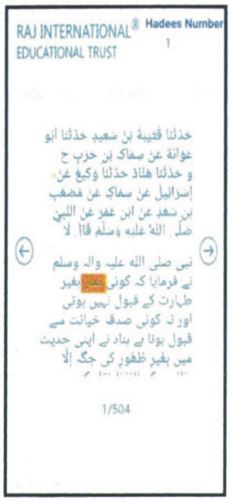

youtube پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم حدیث Search کرنے کے لیے Search Bar میں یہ Keyword استعمال کریں Sahih Bukhari Hadith اور اس کے بعد حدیث کا نمبر جیسے کہ Sahih Bukhari Hadith 7562 اور سرچ پر click کریں

تو مطلوبہ حدیث کے نام سے بہت ساری ویڈیوز آئیں گی، جن میں سے Search Quran چینل کے نام سے جو حدیث ویڈیوز ہیں اور Blue Color کا Thumbnail ہے، جیسا کہ تصویر میں ہے۔ اس پر Click کریں اور آڈیو حدیث Play ہوجائے گی۔

اس طرح صحیح مسلم کے لیے بھی Key Word استعمال کریں
Sahih Muslim Hadith 5245

ہمارا آفیشل فیس بک پیج
official facebook page

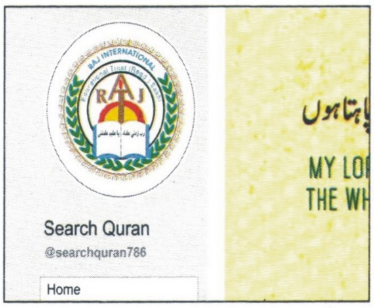

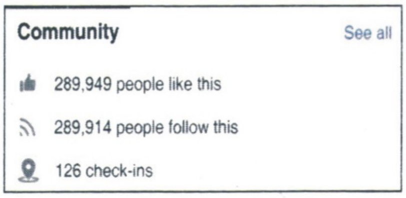

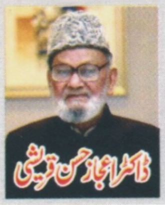

جناب سیف اللہ ضیاء کا کہنا ہے کہ ان کو یہ سب کامیابیاں و کامرانیاں ان کی ماں کی بدولت حاصل ہوئی ہیں اگر وہ اپنے بیٹے کو بڑا آدمی بنانے کی خواہش نہ کرتیں تو آج وہ بھی اپنے باپ کی طرح ایک مزدور کاشتکار ہوتے۔

سیف اللہ ضیاء صاحب نے اپنی سوانح حیات بہت خوبصورتی سے تحریر کی ہے، جس میں انہوں نے تعلیم میں درپیش مسائل، ملازمت کی تلاش، غیر معمولی صلاحیتوں اور معاشرے کے لئے غیر معمولی کارناموں کو بیان کیا ہے جو قارئین کو ایک بڑی انسپائریشن دیتے ہیں۔

سیف اللہ ضیاء کی کتاب ''کامیابی کیسے ملے گی'' زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ ایک کتاب ہی نہیں بلکہ روزمرہ کے وہ مسائل ہیں جن سے ہر شخص کو واسطہ پڑتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہم ان مشکلات سے جوجتے رہتے ہیں جبکہ انہوں نے اس کتاب کے ذریعے ان مسائل سے باہر نکلنے کے طریقے سکھانے کی کوشش کی ہے۔

ہمارے معاشرے خصوصاً نوجوانوں میں علم کی لگن درست تصور دین اور آگے بڑھنے کے لئے جدوجہد اور منزل کو پانے کی جستجو جیسے مثبت رجحانات پیدا کرنا بے حد ضروری ہیں اور اس نیک کام کو سرانجام دینے پر میں جناب سیف اللہ ضیاء کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

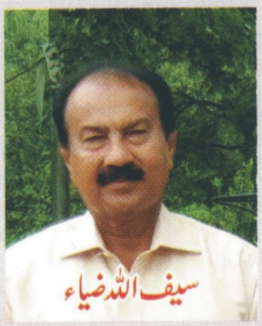

- چیئرمین زوم گروپ آف کمپنیز
- چیئرمین راج ایجوکیشنل ٹرسٹ رجسٹر
- چیئرمین رحمانی ویلفیئر ٹرسٹ رجسٹرڈ
- جنرل سیکرٹری علامہ اقبال فاؤنڈیشن سیالکوٹ
- سرپرست پبلک ویلفیئر سوسائٹی رجسٹر ساکھی ضلع حافظ آباد
- چیف ایگزیکٹو آفیسر زوم انجینئرز
- وائس چیئرمین کنسٹرکٹر ایسوسی ایشن آف پاکستان
- چیئرمین رحمانی فری دستر خوان
- چیئرمین راجپوت بھٹی ایسوسی ایشن اسلام آباد

آفس نمبر 5، 2nd فلور، 80 ویسٹ ملک کمپلیکس بلو ایریا اسلام آباد۔

E-mail: saifullahzia1@gmail.com